مجموعہ کلام

حضرت بہزاد لکھنوی

ناشر

ساقی بک ڈپو دہلی

کتاب خانہ
عابد بلڈنگ حیدرآباد

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

طبع اول ــــــــ سنہ ۱۹۴۰ء ــــــــ قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

تیرا ہی ہر طرف یہ تماشا ہے اے کریم
جو بھی یہاں پہ ہے ترا بندہ ہے اے کریم

تیرے ہی لطف سے ہے یہ راحت بھی عیش بھی
دُنیا ترے کرم ہی سے دُنیا ہے اے کریم

یہ مرگ یہ حیات یہ غم یہ خوشی یہ کیف
ادنیٰ سا سب یہ تیرا کرشمہ ہے اے کریم

عزّت بھی تیرے ہاتھ ہے ذلّت بھی تیرے ہاتھ
جو چاہتا ہے جس کو تو دیتا ہے اے کریم

بہزاد پہ بھی اک نگہ مہر ہو ذرا
بہزاد بھی تو اک ترا بندہ ہے اے کریم

نعت شریف

جن کا ہے طیبہ مقام اُن پہ درود اور سلام
جو ہیں رسولِ انام اُن پہ درود اور سلام

حامیٔ عالم ہیں وہ ہادیٔ اعظم ہیں وہ
کیوں نہ کہیں خاص و عام اُن پہ درود اور سلام

جو ہیں حبیبِ خدا جو ہیں شہِ دوسرا
جنکی ہے دُنیا غلام اُن پہ درود اور سلام

جنکے ہیں یہ دو جہاں جنکے ہیں کون و مکاں
جنکے ہیں یہ صبح و شام ان پہ درود اور سلام

مالکِ جن و بشر باعثِ نورِ قمر
میم سی ہے جن کا نام ان پہ درود اور سلام

زائرِ حضرتِ رسولؐ التجا کرے یہ قبول
اتنا ہے میرا پیام ان پہ درود اور سلام

روتا ہوں بھی آہ میں کرتا ہوں فریاد میں
بھیجتا ہوں کرکے یہ صبح و شام ان پہ درود اور سلام

غزلیات

غزلیات

اک بیوفا کو پیار کیا ہائے کیا کیا
خود دل کو بیقرار کیا ہائے کیا کیا

معلوم تھا کہ عہدِ وفا ان کا جھوٹ ہے
اس پر بھی اعتبار کیا ہائے کیا کیا

وہ دل کہ جس پہ قیمتِ کونین تھی نثار
نذرِ نگاہِ یار کیا ہائے کیا کیا

خود ہم نے فاش فاش کیا رازِ عاشقی
دامن کو تار تار کیا ہائے کیا کیا

آہیں بھی بار بار بھریں ان کے ہجر میں
نالہ بھی بار بار کیا ہائے کیا کیا

مٹنے کا غم نہیں ہے بس اتنا ملال ہے

کیوں تیرا انتظار کیا ہائے کیا کیا

ہم نے تو غم کو سینے سے اپنے لگا لیا

غم نے ہمیں شکار کیا ہائے کیا کیا

صیّاد کی رضا پہ ہم آنسو نہ پی سکے

عذرِ غمِ بہار کیا ہائے کیا کیا

قسمت نے آہ ہم کو یہ دن بھی دکھا دیئے

قسمت پہ اعتبار کیا ہائے کیا کیا

رنگینیٔ خیال سے کچھ بھی نہ بچ سکا

ہر شے کو پُر بہار کیا ہائے کیا کیا

دل نے بھلا کے تری بیوفائیاں

پھر عہد استوار کیا ہائے کیا کیا

ان کے ستم بھی سہہ کے نہ ان سے کیا گلہ

کیوں جبرِ اختیار کیا ہائے کیا کیا

۹

کافر کی چشمِ ناز پہ کیا دل جگر کا ذکر
ایمان تک نثار کیا ہائے کیا کیا

کالی گھٹا کے اٹھتے ہی توبہ نہ رہ سکی
توبہ پہ اختیار کیا ہائے کیا کیا

شامِ فراق قلب کے داغوں کو گن لیا
تاروں کو بھی شمار کیا ہائے کیا کیا

بہزاد کی نہ قدر کوئی تم کو ہو سکی
تم نے ذلیل و خوار کیا ہائے کیا کیا

میری سرشت ہی میں محبت ہے کیا کروں
مجھ کو تو ہر فریب حقیقت ہے کیا کروں

*گو دل کو تم سے خاص شکایت ہے کیا کروں
پھر بھی مجھے تمھیں سے محبت ہے کیا کروں

اب تو دعا یہ ہے نہ مٹے اضطراب دل

دل کو بھی اب سکون سے نفرت ہے، کیا کروں

کیونکر رہوں نہ غرقِ تصور میں رات دن

ہاں دیدِ روئے یار عبادت ہے کیا کروں

شکوہ نہیں ہے غم کا الم کا گلا نہیں

غم میں مزا ہے درد میں لذت ہے کیا کروں

ملنا تو کچھ محال نہیں ہے ترا مگر

دل کو کہاں تلاش کی فرصت ہے کیا کروں

اس اشکِ غم کو دیکھ کے حیراں ہو کس لئے

یہ اشکِ غم ہی حاصلِ راحت ہے کیا کروں

اک چشمِ ناز ہی پہ مٹا جا رہا ہوں میں

اک چشمِ ناز ہی مری قیمت ہے کیا کروں

کب تک مسرّتوں سے رہوں ہمکنار میں

بہزادؔ مجھ کو غم کی ضرورت ہے کیا کروں

مطلع: مجھ سے نہ پوچھ میرا حال سن مرا حال کچھ نہیں
تیری خوشی میں خوش ہوں میں مجکو ملال کچھ نہیں
میرے لئے جہان میں ماضی و حال کچھ نہیں
جب بھی نہ تھا کوئی سوال اب بھی سوال کچھ نہیں
مجکو کوئی خوشی نہیں مجکو ملال کچھ نہیں
یہ تو ترا کمال ہے میرا کمال کچھ نہیں
شکوۂ بخت ہے مجھے وقت سے ہیں شکایتیں
جس سے ملال چاہیئے اس سے ملال کچھ نہیں
مقطع: کیف اسی کا نام ہے عشق اسی کا نام ہے
تیرے خیال میں ہوں غرق اپنا خیال کچھ نہیں
رنگ میں اپنے مست ہوں دستِ کرم نہ کر ادھر
ہوں تو گدائے در مگر تجھ سے سوال کچھ نہیں
روؤں نہ بار بار کیوں، کیوں میں کروں نہ آہ آہ

دل کا مآل ہو تو ہو غم کا مآل کچھ نہیں

دستِ گدا نواز کا رنگ ہے کچھ بھرا ہوا

آہ ترے نصیب میں دستِ سوال کچھ نہیں

ہماری وہ اب زندگانی نہیں ہے
جوانی میں کیفِ جوانی نہیں ہے

جو آنکھوں سے بہتا ہے اشکوں کی صورت
یہ پانی حقیقت میں پانی نہیں ہے

طبیعت ہے بے رنگ آنکھیں فسردہ
جوانی کے دن ہیں جوانی نہیں ہے

غمِ جاوداں دے مجھے دینے والے
غمِ ہجر تو جاودانی نہیں ہے

تمہاری جوانی جوانی ہے لیکن
ہماری جوانی جوانی نہیں ہے

غمِ ہجر آ تجھکو سینے میں رکھ لوں
مقدر میں اب شادمانی نہیں ہے

ہمیں دل کے دکھنے میں لطف آرہا ہے
کرم ہے ترا دلستانی نہیں ہے

ہم آنکھیں جھکائے چلے جارہے ہیں
کہ گویا ہماری جوانی نہیں ہے

میں بہزاد گو ہوں شکارِ محبت

مرے پاس کوئی نشانی نہیں ہے

میں تو تباہ ہو چکا تو مری زندگی نہ دیکھ
اپنے کرم پہ غور کر اور مری بے بسی نہ دیکھ

دیدۂ خونفشاں نہ دیکھ قلب کی ابتری نہ دیکھ
کام سے اپنے کام رکھ عشق کی دل لگی نہ دیکھ

میری نظر ہو یا کہ میں میرا جگر ہو یا کہ دل
جو نہ تجھے سمجھ سکے اس کی طرف کبھی نہ دیکھ

ذات بے خبر اب حال میں مست ہوں مطمئن ہوں میں
تیری خوشی ہو دیکھ لے تیری نہ ہو خوشی نہ دیکھ

اپنے کو کچھ سنبھال لوں ہوش میں آ تو جاؤں میں
میری طرف نگاہِ لطف ٹھہر ذرا ابھی نہ دیکھ

مجھ کو الم سے کام کیا مجھکو خوشی سے کیا غرض
میرے لئے الم نہ ڈھونڈھ میرے لئے خوشی نہ دیکھ

اپنی نگاہِ ناز کو زحمتِ ناروا نہ دے

اَوروں کی سمت بھی نہ دیکھ اور مری سمت بھی نہ دیکھ

دَورِ جنوں گذر چکا عشق سے قلب بھر چکا
ہائے وہ زندگی کہاں اب مری زندگی نہ دیکھ

ایک نظر سے ساقیا دونوں جہاں سے کھو دیا
تیرے کرم سے مست ہوں تو مری بیخودی نہ دیکھ

آنکھوں کی تشنگی نہ بجھاؤں تو کیا کروں
بے درد تیرے پاس نہ آؤں تو کیا کروں

منزل کی کب تلاش ہے جادہ کی کب ہے فکر
ان رہبروں سے دور نہ جاؤں تو کیا کروں

اس کا خیال ہے کہ زمانہ کہے گا کیا
اب تجھ سے دوستی نہ نباہوں تو کیا کروں

مجبور کر رہا ہے مجھے پاسِ عاشقی
تیری جفا کو بھول نہ جاؤں تو کیا کروں

نکلا تو ہوں ترے لئے دیوانہ وار میں
اور تجھ کو ڈھونڈھ کر بھی نہ پاؤں تو کیا کروں

آئی ہے فصلِ گل جو نرالی ادا کے ساتھ
دامن کی دھجیّاں نہ اڑاؤں تو کیا کروں

آخر نمازِ عشق کوئی تو ادا کرے
نقشِ قدم پہ سر نہ جھکاؤں تو کیا کروں

ویران ہو چکی ہے مری بزمِ ظاہری
بزمِ خیال کو نہ سجاؤں تو کیا کروں

دل میں لگی ہے آگ جگر میں لگی ہے آگ
بہزاد اشکِ غم نہ بہاؤں تو کیا کروں

تیرے بغیر اشک بداماں ہوں آج کل
تجھ کو خبر نہیں ہے پریشاں ہوں آج کل

تیرے تصورات سے حیراں ہوں آج کل

اللہ جانتا ہے کہ رقصاں ہوں آج کل

شاید اسی کا نام ہے معراجِ کفرِ عشق
ایماں لٹا کے صاحبِ ایماں ہوں آج کل

انفاس تیز تر ہیں مرے مثلِ بادِ تند
طوفاں کا ڈر نہیں ہے کہ طوفاں ہوں آج کل

دامن کا ہوش ہے نہ گریباں کا ہوش ہے
دستِ جنوں سے سلسلہ جنباں ہوں آج کل

حیرت میں پڑ گیا مری حیرت سے آئینہ
آئینہ دیکھتا ہے کہ حیراں ہوں آج کل

رنگینیوں سے تیری میں رنگین بن چکا
میری نہ پوچھ جانِ گلستاں ہوں آج کل

سب کچھ لٹا چکا ہوں جو اک بت کے واسطے
دنیا سمجھ رہی ہے مسلماں ہوں آج کل

عالم عجیب ہے مرے ذوقِ نگاہ کا

ہر منظرِ حسین سے گریزاں ہوں آج کل

اپنے ہیں پا رہا ہوں جہانِ سکون و کیف

ہاں خود ہی اپنے درد کا درماں ہوں آج کل

دنیا بدل گئی مرے اندازِ عشق کی

گریاں وہ آجکل ہوں تو خنداں ہوں آج کل

ان کی جبینِ ناز جھکی ہے مری طرف

بہزاد ان کا کعبۂ ایماں ہوں آج کل

اک بیوفا کو درد کا درماں بنا لیا

ہم نے تو آہ کفر کو ایماں بنا لیا

دل کی خلش پسندیاں اللہ کی پناہ

تیرِ نظر کو جانِ رگِ جاں بنا لیا

مجھ کو خبر نہیں مرے دل کو خبر نہیں

کس کی نظر نے بندۂ احساں بنا لیا

محسوس کر کے ہم نے محبت کا ہر الم

خوابِ سبک کو خوابِ پریشاں بنا لیا

دستِ جنوں کی عقدہ کشائی تو دیکھئے

دامن کو بے نیازِ گریباں بنا لیا

تسکینِ دل کی ہم نے کبھی پرواہ چھوڑ دی

ہر موجِ غم کو حاصلِ طوفاں بنا لیا

جب ان کا نام آ گیا ہم مضطرب ہوئے

آہوں کو اپنی زیست کا عنواں بنا لیا

ہم نے تو اپنے دل میں وہ غم ہو کہ ہو الم

جو کوئی آ گیا ہے اسے مہماں بنا لیا

اللہ ری ستم ناز کہ اپنے خیال میں

سجدے کو کعبۂ درِ جاناں بنا لیا

آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہ تھی کوئی

اپنے کو خود ہی آپ نے حیراں بنالیا

اک بیوفا پہ کرکے تصدق دل و جگر

بھن ادہم نے خود کو پریشاں بنالیا

---

۸ آنکھوں میں اشکِ غم جو مرے پار ہے ہو تم

اللہ جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو تم

کہنے بھی دو سکوں سے مجھے داستانِ غم

یہ کیا کہ بات بات پہ شرما رہے ہو تم

ہاں ہاں دفا کرو گے یہ مجھکو یقین ہے

بیکار میرے سر کی قسم کھا رہے ہو تم

یا خود ہی بڑھ گئی ہے یہ تابانیٔ جہاں

یا گوشۂ نقاب کو سرکا رہے ہو تم

اپنی جفا ہے یا کہ ہیں میری تباہیاں

کیا یاد آگیا ہے جو گھبرا رہے ہو تم
کچھ سوچ کچھ ملال ہے کچھ غم ہے کچھ الم
خاموش سر جھکائے ہوئے آ رہے ہو تم
حیرت میں کیوں ہو تم مرے سجدوں کو دیکھکر
مجھکو تو ہاں کچھ اور نظر آ رہے ہو تم
یہ دل وہ ہے کہ جس پہ تصدق ہے کائنات
اللہ ایسی چیز کو ٹھکرا رہے ہو تم
ڈوبی ہوئی نظر ہے جہانِ سرور میں
اللہ رے شباب کہ بل کھا رہے ہو تم
میری گذارشوں کا تمھیں کب یقین تھا
کس حال میں بتاؤ مجھے پا رہے ہو تم
سمجھوں نہ سمجھوں اس سے تو کوئی غرض نہیں
پر یہ سمجھ رہا ہوں کہ سمجھا رہے ہو تم

شانِ کرم پہ کیوں نہ تصدق ہوں بار بار
جس جا ہیں ہوں وہیں پہ نظر آ رہے ہو تم
نظریں ملا رہے ہو زمانہ کے سامنے
کچھ تو کرو خیال غضب ڈھا رہے ہو تم
تم سے نہ نبھ سکے گا یہ پیمانِ عاشقی
پھر درمیاں میں بات وہی لا رہے ہو تم
دل سے لگا چکا ہوں تمھارے خیال کو
ہاں اب مری نظر سے گرے جا رہے ہو تم
میری طرف کو دیکھ کے ہنستے ہو کس لئے
جو آگ بجھ چکی ہے وہ بھڑکا رہے ہو تم
لطف و کرم کے بعد یہ کیا ستم ہے
اپنی جگہ سے آپ ہٹے جا رہے ہو تم
دیر و حرم کی حد تو کبھی کی گذر چکی
بہزاد اب کدھر کو بہے جا رہے ہو تم

ہر ایک ذرہ زمانہ کا انقلاب میں ہے
الٰہی خیر ہو یہ کون اضطراب میں ہے؟

تجلیوں کیلئے حسن اضطراب میں ہے
غرض کہ حشر مکمل تری نقاب میں ہے

تری نگاہِ کرم پر تھا منحصر سب کچھ
تری طرح سے زمانہ بھی انقلاب میں ہے

نگاہِ لطف اٹھی تو ہی اک ادا کے ساتھ
بڑا کرم ہے اگر یہ مرے جواب میں ہے

تمام حسنِ مکمل تمام رعنائی
ترے شباب کے قرباں ترے شباب میں ہے

دلِ خراب کی یوں تو کوئی بساط نہیں
جو تم عذاب میں سمجھو تو ہاں عذاب میں ہے

دلِ حزیں میں بجز یاس کچھ نہیں باقی
مرا جہانِ تمنا بھی انقلاب میں ہے

خدا کیواسطے اک چشمِ لطف ادھر بھی ہو
کوئی غریب کی طرح سی عذاب میں ہے

مجھے خبر نہیں بہزاد اپنے عالم کی
میں مضطرب ہوں کہ دل میرا اضطراب میں ہے

ناز و ادا و غمزہ و عشوہ کہیں جسے
وہ دیکھنا پڑا کہ تماشا کہیں جسے

دل بھی ہی بیقرار جگر بھی ہے بیقرار
اس کو کہاں سے لاؤں کہ اپنا کہیں جسے

تیرے لئے لٹا کی خردمندیوں کی شان
وہ مل گیا کہ عشق کا سودا کہیں جسے

تجھ کو مری قسم نگہِ عاشق نواز
وہ اضطراب دے کہ تڑپنا کہیں جسے

کس کی نظر لگی ہے کہ برباد ہو گئی
میری دلِ غریب کی دنیا کہیں جسے

یوں تو دلِ حزیں میں ہیں یاس و ملال و غم
اک چیز ہی نہیں ہے تمنا کہیں جسے

اے چشمِ التفات کبھی تو ادھر بھی ہو
وہ جنبشِ لطیف اشارا کہیں جسے

اللہ جانتا ہے کہ مجبورِ درد ہوں
اب تو زباں پہ وہ ہے کہ شکوا کہیں جسے

ہم کو تو اس جہاں میں کہیں بھی نہ مل سکا
وہ آدمی زندگی کا سہارا کہیں جسے

جو تیری ہی میں وہ خوشی مانگتا ہوں
خدا سے غمِ بیکسی مانگتا ہوں

مجھے زندگی کی تمنا نہیں ہے
تمہارے لئے زندگی مانگتا ہوں

بہت خوش رہا ہوں بہت ہنس چکا ہوں
طبیعت کی افسردگی مانگتا ہوں

محبت کی بھیک اس نگاہِ حسیں سے
ہمیشہ سے کیا آج ہی مانگتا ہوں

غموں کے تصدق میں تجھ سے ستمگر
نہ ہو جو خوشی وہ خوشی مانگتا ہوں

کسی شے کا طالب نہیں اس جہاں میں
فقط اک تمنا تری مانگتا ہوں

کروں گا میں کیا جام و ساغر کو لیکر　　میں اک مستقل بیخودی مانگتا ہوں
نگاہوں کو سیراب کرنے کی خاطر　　ہر اک شے میں تابندگی مانگتا ہوں

وہی جس نے بہزاد مجھ کو مٹایا
محبت بھری وہ ہنسی مانگتا ہوں

---

* دنیا سے مجھے مطلب اس کی نہیں پروا ہے
دُنیا تو مری تم ہو تم سے مری دنیا ہے

* بیکار ہے ہر حسرت بے سود تمنّا ہے
آغاز میں ہنسنا ہے انجام میں رونا ہے

* کیا یہ بھی میں بتلا دوں تو کون ہے تو کیا ہے
ہاں دیں ہے تو ہی میرا تو ہی مری دنیا ہے

اللہ رے رعنائی اس جلوۂ کامل کی
دل محو تماشا تھا دل محوِ تماشا ہے

دنیائے محبت میں کس لئے گھبراؤں

دنیائے محبت میں مرنا ہے نہ جینا ہے

کچھ رحم کرو اس پر کچھ کھاؤ ترس اس پر

دل کو نہ مرے چھیڑو دل عشق کا مارا ہے

آغاز بھی اچھا تھا انجام بھی بہتر ہے

جب مجھ کو امیدیں تھیں اب دل کو سہارا ہے

چلتی ہے بہر صورت دریا میں مری کشتی

ہر موج ہے اک طوفاں ہر موج کنارا ہے

کس واسطے شرمندہ ہوتے ہو بھلا آخر

بہزاد تو بیچارا تقدیر کا مارا ہے

میں تو قصور وارِ محبت ضرور تھا

لیکن حضور آپ کا بھی کچھ قصور تھا

ہم تو سمجھ رہے تھے فقط طور جلوہ گاہ

دیکھا تو ہر جگہ پہ تماشائے طور تھا

جب تک کہ مطمئن یہ دلِ ناصبور تھا
تم مجھ سے دور دور رہتے ہیں تم سے دور تھا

الفت میں یوں نظامِ جہانِ شعور تھا
دل آپ سے قریب تھا دل مجھ سے دور تھا

احساس تک قیام ہے کل کیفیات کا
غم سے وہی قریب تھا جو غم سے دور تھا

روزِ ازل بھی تھا وہی رنگِ نیاز و ناز
تجھ کو خبر نہیں کہ میں تیرے حضور تھا

میرا دلِ غریب جو پامال ہو گیا
یہ تو بتائیے کہ یہ کس کا قصور تھا

جس کیلئے نگاہِ محبت تھی دردمند
سارے جہاں میں ایک دلِ ناصبور تھا

یہ اور بات ہے کہ زباں سے نہ کہہ سکا
بہزاد مبتلائے محبت ضرور تھا

ہستی مری بیتاب ہے معلوم نہیں کیوں
جو نغمہ ہے مضراب ہے معلوم نہیں کیوں

جس خواب کا مارا ہوا بچتا نہیں کوئی
آنکھوں میں وہی خواب ہے معلوم نہیں کیوں

اک اشک سا ٹھیرا تو ہے آ کر سرِ مژگاں
ہر چیز تہِ آب ہے معلوم نہیں کیوں

بیداری پیہم میں بھی ہوں ہوش سے غافل
کیفیتِ صد خواب ہے معلوم نہیں کیوں

آنکھیں تو ہیں بند اور انھیں دیکھ رہا ہوں
یہ حال دمِ خواب ہے معلوم نہیں کیوں

اک ذات کی خاطر کوئی لے لے غمِ کونین
یہ جذب بھی نایاب ہے معلوم نہیں کیوں

اس دہرِ پُر آفات میں بس مرکزِ آفات

میرا دلِ خونناب ہے معلوم نہیں کیوں
اک دن وہ تھا جب خواب کی تھی دل کو تمنّا
اب دل کو غمِ خواب ہے معلوم نہیں کیوں
وہ بھی ہیں پریشان سے کیا جانئے کیا ہے
بہزاد بھی بیتاب ہے معلوم نہیں کیوں

بے پردہ جو وہ روئے پُر نور نظر آیا
اللہ رے عکسِ رخ دل طور نظر آیا
جب بھی مرے ساقی نے لبریز کیا ساغر
میخانہ کا ہر ذرّہ مخمور نظر آیا
ہر گام پہ میں سجدے کرتا نہ تو کیا کرتا
دل عشق کے ہاتھوں سے مجبور نظر آیا
ساقی کی نگاہوں میں مستی تھی قیامت کی
جو پی نہ سکا وہ بھی مخمور نظر آیا

کچھ دن ہی گذرنے پر اس حادثۂ غم کے
ہر زخم مرے دل کا ناسور نظر آیا

میں نے بھی گریباں کو رہنے نہ دیا سالم
جب یہ بھی زمانہ کا دستور نظر آیا

بیہوش نہ کیوں ہوتا ہر گام پہ میں چل کر
مجھ کو تو ہر اک ذرہ اک طور نظر آیا

اللہ ری رنگینی اس جلوۂ کامل کی
ہر شے میں وہی جلوہ مستور نظر آیا

اس نے جو نقاب رُخ الٹی سر بزم آکر
بہزاد فضاؤں میں اک نور نظر آیا

محبّت کی دنیا میں آؤ تو جانیں
ذرا دل کسی سے لگاؤ تو جانیں

محبّت میں تم کو بھی ہنسنا مبارک
ذرا اب نہ آنسو بہاؤ تو جانیں

تمھاری نظر درد سے آشنا ہی
نظر سے نظر کو ملاؤ تو جانیں

یہ محشر ہے محشر یہ دنیا نہیں ہے
یہاں بھی کوئی حشر اٹھاؤ تو جانیں

تمھاری بھی آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں
اس عالم میں بھی مسکراؤ تو جانیں

رسا ہو چکی ہے مری آہِ سوزاں
نہ آؤ نہ آؤ نہ آؤ تو جانیں

ادائے سجودِ محبت ہے مشکل
ہر اک گام پر سر جھکاؤ تو جانیں

یہ وہ پھول ہے جس پہ کانٹے بہت ہیں
زمانہ سے دامن بچاؤ تو جانیں

یہ مانا کہ بہزاد سے تم خفا ہو
نہ بہزاد کو یاد آؤ تو جانیں

ہم ذوقِ پرستش تجھے رسوا نہیں کرتے
ہر کعبہ کی جانب کبھی سجدہ نہیں کرتے

آہیں نہیں بھرتے ہیں کہ نالے نہیں کرتے
ہم عشق کے مارے ہوئے کیا کیا نہیں کرتے

اے محوِ تماشا ارے اے بھولنے والے
ہم تیرے تغافل کا بھی شکوہ نہیں کرتے

اٹھ اٹھ کے جبھی آتی ہیں سرمست گھٹائیں
جب تذکرۂ ساغر و مینا نہیں کرتے

کل رات کو اک درد سا اٹھا تھا جگر میں
اس درد کا بھی آپ سے شکوہ نہیں کرتے

ممکن ہے کہ اک آہ نکل جائے لبوں سے
اس بات کا ہم آپ سے وعدہ نہیں کرتے

یہ سچ ہے کہ نیرنگِ تماشا نہیں بنتا
دنیا کو اگر محوِ تماشا نہیں کرتے

یاد آتا ہے رہ رہ کے تڑپنا ہمیں دل کا
اچھا تو یہی تھا کہ تم اچھا نہیں کرتے

زاہد ترے تقوے کی قسم ہم ہیں گنہگار
توبہ ہے کہ ہم جان کے توبہ نہیں کرتے

آفاتِ محبت میں پھنسا رہتا ہے ہر دم
بہزاد پہ کیوں رحم خدارا نہیں کرتے

اک عشق نے دکھائیں یہ نیرنگیاں مجھے
ان کو وہاں قرار نہ تسکیں یہاں مجھے

تیرے بغیر دل نہ تو دل ہے نہ میں ہوں میں
لائی ہیں تیرے پاس یہ مجبوریاں مجھے

میری جبینِ شوق کی یہ ہمتیں تو دیکھ
اب تیرا آستاں ہی ہر اک آستاں مجھے

منزل ملی تو حسرتِ منزل نہ مٹ سکی
منزل کے پاس چھوڑ گیا کارواں مجھے

مدت سے ہے چراغِ نشیمن بجھا ہوا
بجلی کی ہے تلاش پئے آشیاں مجھے

آہوں میں رنگ ہے نہ فغاں میں کوئی اثر
کس کام کی ملی ہے دہن میں زباں مجھے

ان کی نگاہِ لطف نہیں ہے انیسِ غم

جن کیلئے ملا ہے غمِ دو جہاں مجھے

اپنا رکھوں خیال جہاں کا رکھوں خیال

اتنی ترے خیال میں فرصت کہاں مجھے

سنتا ہوں یہ کہ ڈھونڈھ رہی ہے ہر ایک سمت

بہزاد اک نگاہِ محبت نشاں مجھے

کرم کر کرم اے نگاہِ محبت
کہ میں نے کیا ہے گناہِ محبت

خدا کیلئے اے نگاہِ محبت
بنا دے مجھے پھر تباہِ محبت

کروں گا ہر اک آستاں پر میں سجدے
بنا لوں گا سب کو گواہِ محبت

نہ اپنی خبر ہے نہ دل کی خبر ہے
عجب چیز ہے یہ نشہ راہِ محبت

ادھر ہی زمانہ ہوا مست و بیخود
جدھر بھی اٹھی وہ نگاہِ محبت

ذرا راہرو ہوشیاری سے چلنا
کہ آساں نہیں ہے یہ راہِ محبت

خدا کیلئے میرے دامن کو بھر دے
گدا ہوں ترا بادشاہِ محبت

تری بزم میں کام ہی کیا تھا میرا
یہاں آ گیا ہوں بہ راہِ محبت

میرا حال دیکھے نہ چشمِ زمانہ
کہ بھیجا آدھوں میں تباہِ محبت

چشمِ حسیں میں ہے نہ رخِ فتنہ گر میں ہے
دنیا کا ہر فریب نظر میں ہے

اب کیا خبر کہ دل میں ہے کیا کیا جگر میں ہے
اب تو تری نظر کا تماشا نظر میں ہے

ایمان رکھ کے کیا کروں فرسودہ چیز ہے
مستی مجھے قبول کہ تیری نظر میں ہے

ناسور درد زخم تپش سوز و اضطراب
سامان سو طرح کا دلِ مختصر میں ہے

حاضر ہے اس کے واسطے جس کو ہو آرزو
ہاں اک لہو کی بوند مری چشمِ تر میں ہے

قسمت سے مل گئی ہے یہ بیداریٔ حیات

اس عشق کے نثار کہ دنیا نظر میں ہے

مجھ کو نہ دن کو چین نہ شب کو سکوں نصیب
اک ربطِ دائمی مری شام و سحر میں ہے

حیرت سے دیکھئے نہ مرے سجدہ ہائے شوق
یہ آستاں کچھ اور ہی میری نظر میں ہے

باقی ہیں بعدِ توبہ بھی رندی کے ولولے
دل میں خیالِ بادہ ہی ساغر نظر میں ہے

اچھی ملی ہے مجھکو یہ دیوانگیٔ شوق
دنیا کا ہر خیال دلِ بیخبر میں ہے

دو قطرہ ہائے خوں سرِ مژگاں ہیں منتظر
بہزاد دو جہاں کا تماشا نظر میں ہے

عالمِ عشقِ حقیقی بھی جدا ہوتا ہے
جس کو اللہ بنا لو وہ خدا ہوتا ہے

ہاں ترے نام پہ میرا تو تڑپنا ہی درست
پر مرے ذکر پہ ظالم تجھے کیا ہوتا ہے

دردکو کیوں نہ کہوں باعثِ تسکیں ہے یہی
درد کو درد سمجھنے سے بھی کیا ہوتا ہے

یہ تصور کا کرم ہے کہ عنایت تیری!
تو ہر اک گام پہ کیوں جلوہ نما ہوتا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دُنیا ہی مرے زیرِ نگیں
جب مرا سر ترے قدموں پہ جھکا ہوتا ہے

میں یہ کہتا ہوں کہ مرنے کی تمنا نہ کروں
دل یہ کہتا ہے کہ مرجانے سے کیا ہوتا ہے

مجھ کو شکوہ نہیں کچھ کشمکشِ ہستی سے
کوئی ہو بات گلے کی تو گلا ہوتا ہے

جن کی تقدیر ہے اچھی انھیں وہ ملتے ہیں
خوش نصیبوں ہی کا نالہ بھی رسا ہوتا ہے

جو ترے واسطے جیتے ہیں انھیں کا ہی نصیب

گو ترے واسطے مرنا بھی بھلا ہوتا ہے

دعوتِ جور و ستم اس لئے دی ہے بہزاؔد
درد کو درد بتانے میں مزا ہوتا ہے

تخیل نے غم میں کچھ ایسا ڈبویا
کہ میں زندگی بھر نہ جاگا نہ سویا

محبت نے دونوں کو لا کر ڈبویا
اِدھر میں بھی رویا اُدھر وہ بھی رویا

مزا تو یہ ہے حسن کی کارگہ میں
محبت نے پایا محبت نے کھویا

محبت کی موجوں سے بھی خوب کھیلے
نہ ہم تر ہوئے اور نہ دامن ڈبویا

وہی شخص ہے ہوشیارِ محبت
محبت نے جس کو زمانہ سے کھویا

بہت دیر بہتے رہے ان کے آنسو
مرے داغِ غم کو ان اشکوں نے دھویا

کہاں تک محبت کو بھولا رہوں میں
مجھے اٹھنے دو میں بہت دیر سویا

محبت ہی میری محبت کا ہوں میں
محبت کو میری محبت نے کھویا

میں بہزاؔد مارا ہوا ہوں کسی کا
کسی کیلئے میں نے اپنے کو کھویا

میں جو مدہوش ہوا ہوں جو مجھے ہوش نہیں
سب نے دی بانگِ محبت کوئی خاموش نہیں

میں تری مست نگاہی کا بھرم رکھ لوں گا
ہوش آیا بھی تو کہہ دوں گا مجھے ہوش نہیں

تو نہیں ہے نہ سہی کیف نہیں غم ہی سہی
یہ بھی کیا کم ہے کہ خالی مرا آغوش نہیں

رہ گیا ہوں ترے جلووں میں جو میں گم ہو کر
ہائے دنیا یہ سمجھتی ہے مجھے ہوش نہیں

درِ جاناں پہ مجھے کرنے دے سجدے زاہد
ہاں مجھے ہوش نہیں ہوش نہیں ہوش نہیں

آ گئے ہیں ترے جلوے جو مقابل میرے
میں تو میں ہوں مری نظروں کو بھی کچھ ہوش نہیں

چاک دامن کو مرے دیکھ کے حیران کیوں ہو

ہوش کی بات تو یہ ہے کہ مجھے ہوش نہیں
جانِ صد ہوش تھی شاید کہ مری بے ہوشی
ہوش آیا ہے تو کہتا ہوں مجھے ہوش نہیں
ہائے بہزاد یہ عالم نہ سمجھ میں آیا
اب مجھے ہوش جو آیا تو انھیں ہوش نہیں

تم کیفیت نہ ڈھونڈو میرے دل و جگر میں
نظروں سے پوچھ لو نا کیا ہے مری نظر میں
کیا ہیں نئی ادائیں اس چشمِ فتنہ گر میں
رعنائیاں ہیں لاکھوں خود عشق کی نظر میں
دو اشک میں گرا کر خاموش ہو گیا ہوں
افسانہ کہہ رہا ہوں الفاظِ مختصر میں
اُن کا کرم تو دیکھو ان کی عطا تو دیکھو
مجھ میں سما گئے ہیں آ کر مری نظر میں

ہم نے سکون کھویا ہم نے سکون پایا
سو انقلاب آئے اک جنبشِ نظر میں

اللہ میرے دل میں ہلچل سی مچ رہی ہے
یہ کیا لکھا ہوا ہے روئے پیامبر میں

میری ہی طرح اس کو مجبورِ قلب سمجھو
جو بھی کہ بیٹھ جائے گھبرا کے رہگذر میں

تاروں کو ہے شکایت ہے ماہ کو بھی شکوہ
شب کا نہ ذکر آیا افسانہ سحر میں

تم خود مجھے بتادو اب اس سے کیا میں پوچھوں
تم تو نہ جانے کیا ہو بہزاد کی نظر میں

خدا کو ڈھونڈھ رہا تھا کہیں خدا نہ ملا
زہے نصیب کہ بندے کو مدعا نہ ملا

نگاہِ شوق میں بے نوریوں کا رنگ بڑھا

نگاہِ شوق کو جب کوئی دوسرا نہ ملا

ہم اپنی بیخودیٔ شوق پر نثار رہے

خودی کو ڈھونڈھ لیا جب ہمیں خدا نہ ملا

تمھاری بزم میں لب کھول کر ہوا خاموش

وہ بدنصیب جسے کوئی آسرا نہ ملا

ہر ایک ذرّہ میں یوں خود تو آرہا تھا نظر

عجیب بات تمھارا کہیں پتہ نہ ملا

بس اک سکون ہی ہم کو نہ مل سکا تا عمر

وگرنہ تیرے تصدق میں ہم کو کیا نہ ملا

*تری نگاہِ محبّت نوازی ہی کی قسم

کہ آج تک تو ہمیں تجھ سا دوسرا نہ ملا

ترا جمال فضاؤں میں منتشر تھا مگر

نگاہِ شوق کو پھر بھی ترا پتہ نہ ملا

ہزار ٹھوکریں کھائیں ہزار سو بہزاد
جہانِ حسن میں کوئی بھی باوفا نہ ملا

خود سے خیال میں جو وہ جانِ خیال آ گیا
قلب کو وجد آ گیا ، روح کو حال آ گیا

کچھ ملے یا نہ کچھ ملے یہ تو نصیب کی ہی بات
دستِ گدا نواز تک دستِ سوال آ گیا

ہائے نہ مٹ سکیں کبھی قلب کی بیقراریاں
جب بھی کوئی نظر پڑا تیرا خیال آ گیا

تیرے کرم کی خیر ہو تیری عطا کی خیر ہو
مجھ سے سوال جب کیا لطفِ سوال آ گیا

مجھ سے نظر ملا کے آہ مجھ سے نظر پھرائی کیوں
دل میں یہ بات لگ گئی شیشہ میں بال آ گیا

عشق کی بارگاہ میں بے ادبی کا کام کیا

میری نظر کے سامنے کس کا جمال آ گیا

اپنے خیال پر تو آہ اشک کبھی بہے نہیں

آج دلِ حزیں تجھے کس کا خیال آ گیا

نکلا ہے کوئی گھر سے آج لیکے متاعِ نازو حُسن

دستِ طلب دراز ہو وقتِ سوال آ گیا

دل کا معاملہ کبھی دل سے نہ محو ہو سکا

میں نے بھری اک آہِ سرد جب کبھی خیال آ گیا

سنا کے عشق کی رودادِ دل نشیں میں نے

فلک کو کھینچ بلایا سرِ زمیں میں نے

خدا کے واسطے تو بیخودیٔ شوق بتا

کیا ہے گم دلِ مضطر یہیں کہیں میں نے

سجودِ عشق ادا کرکے یہ ہوا معلوم

وہ کفر تھا جسے سمجھا تھا اپنا دیں میں نے

اسی لئے تو کشیدہ ہے میرا دستِ سوال
تری نگاہ سے سیکھی تری نہیں میں نے

معاملاتِ محبّت میں مطمئن یوں ہوں
کہ جیسے پڑھ لیا اپنا خطِ جبیں میں نے

جنوں کا حال کوئی مجھ سے پوچھ لے آکر
کئے ہیں چاک گریبان و آستیں میں نے

بھری ہے آہ سرِ رہ گزارِ عشق و فا
کہیں کہیں مرے دل نے کہیں کہیں میں نے

بہوش باش ارے رہروِ رہِ الفت
بھری ہے آج پھر اک آہِ آتشیں میں نے

کسی سے کیا کہوں بھٹؔی ادھو کمیں کا فرِ عشق
لُٹا دیا ہے محبّت میں اپنا دیں میں نے

کوئی بتِ کرشمہ کار دل سے جدا نہ مل سکا
ھم نے بہت تلاش کی ھم کو خدا نہ مل سکا

تیری قسم تو ہی تو ہے جانِ نگاہ و جانِ دل
تیرے بغیر زیست کا کوئی مزا نہ مل سکا

تیری فضا میں گُم ہوئی میری حیات و کائنات
تیرا پتہ ملا تو پھر اپنا پتہ نہ مل سکا

آ مرے ساتھ ساتھ چل عشق کی شاہراہ پر
لوٹ پڑیں گے پھر اگر دل کا پتہ نہ مل سکا

دستِ گدا نواز کو خود بھی ہے اس کا اعتراف
دستِ گدا نواز کو مجھ سا گدا نہ مل سکا

آ مری کائناتِ دل میری بہارِ زندگی
آ کہ میں یہ نہ کہہ سکوں مجھ کو خدا نہ مل سکا

زندگی اس کی زندگی بندگی اس کی بندگی

اس کے نثار جائیے جس کو خدا نہ مل سکا

آپ کو تو ہزار ہیں میرے سے صاحب نظر
مجھ کو تو کوئی آج تک آپ کا سا نہ مل سکا

روزِ ازل سے ربط ہے ناز و نیازِ عشق کا
میں بھی الگ نہ مل سکا وہ بھی جدا نہ مل سکا

پریشاں ہوں اور قلب گھبرا رہا ہے
مجھے آج پھر کوئی یاد آ رہا ہے

دہائی ہے حسنِ بتاں کی دہائی
مرا قلبِ مضطر مٹا جا رہا ہے

مرے دستِ الفت میں ہے ان کا دامن
زمانے کا دامن چھٹا جا رہا ہے

ارے ہوش رخصت ارے صبر رخصت
تصور میں کوئی چلا آ رہا ہے

وہی اشک ہے مایۂ زندگانی
جو آنکھوں سے آنسو گرا جا رہا ہے

تڑپ اے مرے قلب بیتاب و گریاں
میں شکوہ کروں کیوں وہ تڑپا رہا ہے

مرا قلب مضطر نہیں میرے بس میں
مجھے کیا خبر ہے کدھر جا رہا ہے

خبر لے خبر لے نگاہِ محبت
کوئی غم کے ہاتھوں مٹا جا رہا ہے

محبت کے بہزاد صدقے دل و جاں
محبت میں دل کو مزا آ رہا ہے

تجھ پر مری محبت قربان ہو نہ جائے
یہ کفر بڑھتے بڑھتے ایمان ہو نہ جائے

اللہ ری بے نقابی اس جانِ مدعا کی

میری نگاہِ حسرت حیران ہو نہ جائے

میری طرف نہ دیکھو اپنی نظر کو روکو
دُنیائے عاشقی میں ہیجان ہو نہ جائے

پلکوں پہ رُک گیا ہے آکر جو ایک آنسو
یہ قطرہ بڑھتے بڑھتے طوفان ہو نہ جائے

حدِّ ستم تو ہے ہی حدِّ وفا نہیں ہے
ظالم ترا ستم بھی احسان ہو نہ جائے

ہوتی نہیں ہے وقعت ہوتی نہیں ہے عزّت
جب تک کہ کوئی انساں انسان ہو نہ جائے

اس وقت تک مکمل ہوتا نہیں ہے کوئی
جب تک کہ خود کو اپنی پہچان ہو نہ جائے

بہزاد اس لئے میں کہتا نہیں ہوں دل کی
ڈرتا ہوں سُن کے دُنیا حیران ہو نہ جائے

ہر ذرۂ لطیف کی پروا نہ کیجئے — جس جا نہ دل جھکے وہاں سجدہ نہ کیجئے

ٹھکرا چکا ہوں تیرے لئے عیشِ دو جہاں — کیا کیجئے جو غم بھی گوارا نہ کیجئے

اے یوسفِ جمال نہ دامن چھڑائیے — پردائے آبروئے زلیخا نہ کیجئے

یہ پاس عاشقی ہے کہ ہے پاسِ نازِ دوست — اب دل یہ کہہ رہا ہے کہ نالہ نہ کیجئے

یہ دل تو آپ ہی کا ہے قربان آپ کے — اس کا قدم قدم پہ تقاضا نہ کیجئے

اک غمزدہ کو چھیڑ کے آخر ملے گا کیا — میرے دلِ غریب کو چھیڑا نہ کیجئے

للہ روکئے نگہ التفات کو — للہ آپ راز کو افشا نہ کیجئے

یہ چیز وہ ہے جس میں کہ بوئے وفا نہیں — دنیا کو چھوڑیئے غمِ دنیا نہ کیجئے

ان کا ہر ایک عذرِ ستم مان لیجئے
بہزادؔ اپنی بات کو بالا نہ کیجئے

محبت میں سرمستیاں چاہتا ہوں

بلندی نہیں پستیاں چاہتا ہوں

محبت نے کھویا ہے دونوں جہاں سے

جو تنہا ہوں وہ بستیاں چاہتا ہوں

محبّت کی ہے آرزو ہر قدم پر

محبت بھری ہستیاں چاہتا ہوں

جگر مست دل مست ہیں مست تم مست

غرض ہر طرف مستیاں چاہتا ہوں

زمانہ ہے بدمست بیہوش بے خود

خرد آشنا ہستیاں چاہتا ہوں

میں غم آشنا ہوں الم آشنا ہوں

تو پوچھو کہ کیوں سنیاں چاہتا ہوں

ابھرنا ہے پستی میں گر کر ہی ان سے

اسی واسطے پستیاں چاہتا ہوں

وفا نام کو بھی جہاں میں نہیں ہے

فدائے وفا ہستیاں چاہتا ہوں

میں بہزاد ہوں دو جہاں سے نرالا
بلندی میں بھی پستیاں چاہتا ہوں

کرم چاہتا ہوں عطا چاہتا ہوں
دلِ عشق کا مدعا چاہتا ہوں

ستم کرنے والے جفا کرنے والے
وفا کر رہا ہوں وفا چاہتا ہوں

وہی درد تیرا جو ہے جانِ ہستی
اسی درد کی اب دوا چاہتا ہوں

محبّت کی دُنیا کو سارے جہاں سے
الگ چاہتا ہوں جدا چاہتا ہوں

مجھے جو بھی دینا ہو دے دے خدارا
مجھے کیا خبر ہے میں کیا چاہتا ہوں

میں گھبرا چکا ہوں ستم سہتے سہتے

نگاہِ کرم آشنا چاہتا ہوں

مسرت کے طالب کوئی اور ہوں گے

کہ میں تو غمِ لادوا چاہتا ہوں

جبینِ عقیدت ہے بیتاب میری

ہر اک گام پر نقشِ پا چاہتا ہوں

میں بیخود ہوں بیخودِ دردِ ہستی

کوئی یہ بتا دے میں کیا چاہتا ہوں

وہ بیمارِ غم کی دوا کر رہے ہیں
محبت کا حق یوں ادا کر رہے ہیں

ہیں محفل میں انکی جو نرچھی نگاہیں
جبھی تیر ان کے خطا کر رہے ہیں

وفا ہی کرینگے ہمیشہ ہم ان سے
وفا ہم نے کی تھی وفا کر رہے ہیں

محبت سے وہ بھاگتے ہیں تو آخر
محبت کی دنیا میں کیا کر رہے ہیں

یہ جلنے بھی ہیں دہر میں قلب والے
ترے حسن پر دل فدا کر رہے ہیں

یہ حور و ملائک یہ طائر یہ انساں
ترا تذکرہ جابجا کر رہے ہیں

ہمارے لئے یہ سنا ہے کہ وہ بھی ۔۔۔ بلند آج دستِ دعا کر رہے ہیں

ترے پائے نازک پہ رکھ کر جبیں ہم ۔۔۔ نمازِ محبت ادا کر رہے ہیں

شب و روز بے حد آنسو بہا کر

کسی کیلئے ہم دعا کر رہے ہیں

اب ترے نام سے بیزار ہوا جاتا ہوں

یعنی اک عقدۂ دشوار ہوا جاتا ہوں

میری آنکھوں میں بھی بھر آئے ہیں اشکِ حسرت

آج میں خود بھی گہربار ہوا جاتا ہوں

زخمِ دل جلنے تھے ناسور بنے جاتے ہیں

اب تو میں اور پُر اسرار ہوا جاتا ہوں

اب کہاں ہے وہ تری مست نگاہی کا اثر

بے خبر جلد میں ہشیار ہوا جاتا ہوں

اللہ اللہ تری مست نگاہی کا اثر

اتنی پی لی ہے کہ سرشار ہوا جاتا ہوں

چاک کرتا ہوں کبھی دل کبھی جیب و دامن

میں تو ہر بات میں مختار ہوا جاتا ہوں

کیا مری بیخبری سے تجھے کچھ زحمت ہے

ہوش میں کیوں نگہ یار ہوا جاتا ہوں

ایک کافر کو دیے دیتا ہوں دین و دنیا

ہائے اک بت کا پرستار ہوا جاتا ہوں

اب خدا جانے کہ تقدیر میں کیا ہو بہزاد

خواب الفت سے میں بیدار ہوا جاتا ہوں

خوشی محسوس کرتا ہوں نہ غم محسوس کرتا ہوں

مگر ہاں دل میں کچھ زیر و بم محسوس کرتا ہوں

محبت کی یہ نیرنگی بھی دنیا سے نرالی ہے

الم کوئی نہیں لیکن الم محسوس کرتا ہوں

مری نظروں میں اب باقی نہیں ہے ذوقِ کلفردیں
میں اک مرکز پہ اب دیر و حرم محسوس کرتا ہوں
جو لطفِ زندگانی مل رہا تھا گھٹتا جاتا ہے
خلش جو دل میں رہتی تھی وہ کم محسوس کرتا ہوں
تمہارے ذکر پر کب منحصر ہے دل کی بیتابی
کسی کا ذکر ہو میں چشم نم محسوس کرتا ہوں
کبھی پاتا ہوں دل میں ایک حشرِ دردِ بیتابی
کبھی میں اپنے دل میں درد کم محسوس کرتا ہوں
زباں پر میری شکوہ آ نہیں سکتا زمانے کا
کہ ہر عالم کدے میں ان کا کرم محسوس کرتا ہوں
یہ دل میں ہے جو گھبراہٹ یہ آنکھوں میں ہیں جو آنسو
اس احساں کو بھی بارانِ کرم محسوس کرتا ہوں
خوشی کی مجھ کو اب تاجؔ ادؔ کچھ حاجت نہیں باقی
کہ غم کو بھی میں اب ان کا کرم محسوس کرتا ہوں

اک قلبِ ناشکیب کی بھی عید ہو گئی
بزمِ خیال میں جو تری دید ہو گئی

ترتیب پائی یوں مری رودادِ زندگی
آہ و فغاں بھی داخلِ تمہید ہو گئی

مسرور جانتے تھے وہ میری نگاہ کو
اشکِ الم کے بہتے ہی تردید ہو گئی

یہ درد میرے قلب کا بڑھتا ہے تو بڑھے
مجھکو تو اور ضبط کی تاکید ہو گئی

میرا نہ حال پوچھ ارے وجہِ زندگی
زندہ وہ ہے کہ جس کو تری دید ہو گئی

ان پائے نازنیں کا تصدق تو دیکھئے
شامِ فراق میری شبِ عید ہو گئی

چاکِ لباس بن گیا عنوانِ عاشقی

اک اشکِ غم سے عشق کی تمہید ہو گئی

جلوے کسی کے تھے جو فضاؤں میں منتشر

ہر سو مری نظر کے لئے عید ہو گئی

وہ آ کے پوچھ بیٹھے دلِ مبتلا کا حال

بہزاد اک غریب کی یوں عید ہو گئی

غم کی دولت تمام ہی نہ ہوئی
زندگانی کی شام ہی نہ ہوئی

دل کی مستی تمام ہی نہ ہوئی
صبح کے بعد شام ہی نہ ہوئی

کیسے بنتا جہان دیوانہ
چشمِ مخصوص عام ہی نہ ہوئی

توبہ کب کی شکست ہو جاتی
توبہ ممنونِ جام ہی نہ ہوئی

عشق کی داستاں کا کیا کہنا
یہ کہانی تمام ہی نہ ہوئی

حسن کا ایک وار کافی تھا
تیغ پھر بے نیام ہی نہ ہوئی

رہِ الفت میں گو چلے تا زیست
رہگذر یہ تمام ہی نہ ہوئی

صبحِ امید تیرا کیا کہنا
تو تو محتاجِ شام ہی نہ ہوئی

ہم کو بہزاد ایک بار ملی
وہ سحر جس کی شام ہی نہ ہوئی

آلامِ روزگار سے گھبرا گیا ہوں میں
مثلِ خزاں بہار سے گھبرا گیا ہوں میں

لطفِ کرشمہ کار سے گھبرا گیا ہوں میں
ہر لیل ہر نہار سے گھبرا گیا ہوں میں

بیکار ہو گئی ہے مری چشمِ اشتیاق
تنویرِ روئے یار سے گھبرا گیا ہوں میں

میرے لبِ خموش کی رہنا نہیں ہے لاج
اب تیرے انتظار سے گھبرا گیا ہوں میں

سب کچھ ہے بس میں اور مرے بس میں کچھ نہیں
اس جبر و اختیار سے گھبرا گیا ہوں میں

دستِ جنوں بڑھا ہے گریباں کی سمت کو

ہاں آمدِ بہار سے گھبرا گیا ہوں میں

اتنی بھگت چکا ہوں میں وعدہ خلافیاں

اب لفظِ اعتبار سے گھبرا گیا ہوں میں

دستِ جنوں کا زور گھٹے بھی تو کس طرح

دامانِ تار تار سے گھبرا گیا ہوں میں

بیچارگیٔ عشق کے قربان جائیے

بہزاد ذکرِ یار سے گھبرا گیا ہوں میں

مرے حال پر ہے عنایت کسی کی
مجھے مل گئی ہے محبت کسی کی

تو ان کا مداوا نہ کر چارہ فرما
کہ یہ داغِ فرقت ہیں دولت کسی کی

کسی اور شے کی تمنا نہیں ہے
بنا دیجیے صرف قسمت کسی کی

مری دل میں ہی جلوہ گر جلوہ آرا
تمنا کسی کی محبت کسی کی

جہانِ محبت میں ہلچل بپا ہے
جھکی پھر جبینِ عقیدت کسی کی

میں راہِ محبت میں تنہا نہیں ہوں
لیے جا رہا ہوں محبت کسی کی

جہاں کو خبر کیا کوئی ہم سی پوچھے | کہ ہر بات ہی اک قیامت کسی کی
ترا کوچہ جنّت سی کم تو نہیں ہے | کرونگا میں کیا لیکے جنّت کسی کی

خدا جانے آتش بہزاد کیا ہو
ابھی تک تو ہے دل میں الفت کسی کی

سن اے بے خبر نوحہ خوانِ محبّت | محبّت ہے خود امتحانِ محبّت
مری بے زبانی زبانِ محبّت | مری بے نشانی نشانِ محبّت
جو آنسو نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا | بڑھی میری اشکوں سی شانِ محبّت
محبّت کی منزل تو دو ہی قدم ہی | چلا جا پسِ کاروانِ محبّت
ستم سہتے سہتے اب اکتا چکا ہوں | کرم کیجیے مہربانِ محبّت
تمھارے لئے ہاں تمھاری بدولت | مٹا جا رہا ہے جہانِ محبّت
گذر جائیگا یہ محبّت کا طوفاں | نہ گھبرا ارے سرگرانِ محبّت
متاعِ دو عالم کو آنکھوں میں لیکر | چلا ہوں پئے امتحانِ محبّت
میں بہزاد کرتا ہوں سجدے اسی کو | سمجھتا ہوں جس کو بھی جانِ محبّت

ساقیا ہاں شراب رہنے دے	میری مٹی خراب رہنے دے
صاف ظالم جواب رہنے دے	مجھ پر اک کیفِ خواب رہنے دے
ساقیا جام پر دئیے جا جام	یہ حساب و کتاب رہنے دے
مجھ میں تجھ میں رہے تو کچھ تفریق	اپنے رخ پر نقاب رہنے دے
میری ناکامیاں ہیں کیف سی پُر	مجھ کو ناکامیاب رہنے دے
دین و دنیا لٹا کے آیا ہوں	دین و دنیا خراب رہنے دے
اب تو قدموں پہ جھک گیا مرا سر	اب تو یہ پیچ و تاب رہنے دے
میرے دل کی بساط کچھ بھی نہیں	نگہ انتخاب رہنے دے

او بلا نوشِ میکدہ بہزادؔ

کوئی جامِ شراب رہنے دے

کاش اتنا مرے نالوں میں اثر ہو جائے

جب میں چاہوں شبِ فرقت کی سحر ہو جائے

جی اٹھوں گریہ تصور میں اثر ہو جائے

اک خیال آتے ہی وہ پیشِ نظر ہو جائے

کہیں ٹل جائے نہ یہ شامِ جدائی میری

میں تڑپتا ہی رہوں اور سحر ہو جائے

ان کی تمثیل میں کس چیز سے دوں دُنیا کی

کہیں بدنام نہ یہ ذوقِ نظر ہو جائے

ہاں فغاں سے نہ تھا مقصود کسی کا شکوہ

چاہیے تھا کہ شبِ ہجر بسر ہو جائے

دیکھ لو میرے لب بند زبانِ خاموش

گر میں چاہوں تو زمانہ کو خبر ہو جائے

اے دلِ زار فغاں کا تو ارادہ ہے مگر

ساری دنیا نہ کہیں زیر و زبر ہو جائے

مرگ وہ ہی کہ جو آجائے اشارہ پہ ترے

زیست وہ ہی جو ترے غم میں بسر ہو جائے

وہ نصیبے کا دھنی ہے وہی قسمت ور ہے
جس پہ بہزاد محبّت کا اثر ہو جائے

صبر کہاں سے آ گیا اس دلِ ناصبور میں
میرے حواس گم ہوئے آکے ترے حضور میں

عشق کوئی خطا نہیں عشق نہیں کوئی قصور
ہم تو تباہ ہو گئے آہ اسی قصور میں

عشق کی سحر کاریاں کچھ نہ سمجھ میں آ سکیں
میں تو پڑا ہوں اس جگہ دل ہے ترے حضور میں

طور تو کب کا جل چکا جل رہا ہوں میں آج تک
فرق ہے برقِ حسن میں فرق ہے برقِ طور میں

میرے تصورات کا ادنیٰ اثر یہ دیکھ لے
میں ہوں ترے حضور میں تو ہے مرے حضور میں

گیسوئے مشک فام کے بعد ہے روئے تابناک

برق چمک رہی ہے آج دامنِ کوہ طور میں

مجھ سے نہیں جو التفات اس کا گلا نہیں مجھے

مجھ کو تو اس کا فخر ہے میں ہوں ترے حضور میں

ہائے نہ چھپ سکا مرا رازِ نہانِ عاشقی

بات جو دل میں تھی نہاں آگئی خود ظہور میں

دل کا سکون مٹ گیا دل کو سکون مل گیا

جا کے ترے حضور سے آ کے ترے حضور میں

محبت جس قدر بھی کیف ساماں ہوتی جاتی ہے

طبیعت اور دیراں اور دیراں ہوتی جاتی ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتے ہیں یہ انداز الفت کے

مری ہستی تری ہستی پہ قرباں ہوتی جاتی ہے

ارے ناوک فگن تو روک لے اب اپنے تیروں کو

ترے تیروں سے تسکینِ رگِ جاں ہوتی جاتی ہے

ہر اک جانب میں ہی میں ہوں ہر اک جانب تو ہی تو ہے
یہ دنیا کس لئے آئینہ ساماں ہوتی جاتی ہے

کسی کے چہرۂ انور پہ ہیں بکھرے ہوئے گیسو
یہی صورت بنائے کفر و ایماں ہوتی جاتی ہے

نہ اب کعبہ سے کچھ مطلب نہ بتخانہ کی کچھ پروا
طبیعت بے نیازِ کفر و ایماں ہوتی جاتی ہے

یہی اک آہ جو اب تک حدودِ لب پہ ہے رقصاں
یہی افسانۂ ہستی کا عنواں ہوتی جاتی ہے

الٰہی خیر ہو انجام اچھا ہو نہیں سکتا
ہر اک شے زندگی کی نذرِ طوفاں ہوتی جاتی ہے

کسی سے کیا کہیں بہزادؔ اپنے درد کا عالم
محبت کی تمنا بھی پشیماں ہوتی جاتی ہے

عمر جلنے میں کچھ مزا نہیں زیست میں دلکشی نہیں
تم تو جو نہیں ہے سامنے زندگی زندگی نہیں
ہائے خوشی کے وقت بھی مجھکو کوئی خوشی نہیں
آکہ ترے بغیر اب زندگی زندگی نہیں
سامنے وہ جو آگئے قلب میں بے کلی نہیں
یہ تو خوشی کا وقت ہے مجھکو مگر خوشی نہیں
کون و مکاں ہیں ہر طرف باغِ جہاں میں ہر طرف
میرے لئے تو کچھ نہیں تیرے لئے کمی نہیں
عشق کے فیضِ خاص سے حال مرا یہ ہوگیا
میرا الم، الم نہیں میری خوشی خوشی نہیں
اب نہ وہ آہِ سرد ہے اب نہ تڑپ نہ درد ہی
پہلے تو دل میں تھی کسک اب تو وہ بات بھی نہیں
میری تباہیاں نہ دیکھ حسن کی بارگاہ میں

میری وفا وفا نہیں بندگی نہیں

دستِ سوال اب بڑھے ہائے تو کس کے سامنے

اس نے نگاہ پھیر لی جس کو کوئی کمی نہیں

ایک تمہارے جاتے ہی رات کی بزم ہے اداس

تاروں میں دلکشی نہیں چاند میں روشنی نہیں

ہی نہ رسمِ عشق کی دنیا تو کیا ہوا

ہاں اور بڑھ گیا یہ ترپنا تو کیا ہوا

اک دن وہ تھا کہ تم تھے تماشا مری لئے

اب میں جو بن گیا ہوں تماشا تو کیا ہوا

دنیا کا رنگ اور ہی میرا ہے رنگ اور

اُن کی طرف جو کر لیا سجدہ تو کیا ہوا

اپنی جگہ پہ مست ہے رنگِ جمالِ یار

دیکھا تو کیا ہوا نہیں دیکھا تو کیا ہوا

ہم کو تو صرف اپنے تڑپنے سے کام ہے
دنیا جو دیکھتی ہے تماشا تو کیا ہوا

جلوے کو ان کے زحمتِ دیدار کون دے
آنکھیں جو کر رہی ہیں تقاضا تو کیا ہوا

آپ اپنی چشمِ ناز کو زحمت نہ دیجئے
اک نامراد ہو گیا رسوا تو کیا ہوا

مدت سے میرے دل میں تمنا نہیں کوئی
میری طرف ہوا بھی اشارا تو کیا ہوا

غیروں میں مست مست ہوں غیروں میں شاد شاد
بہزاد گر نہیں کوئی اپنا تو کیا ہوا

پُر رنگ و پُر بہار گلستاں ہے آج رات
پُر نور اور بھی مہ تاباں ہے آج رات
جلوے کسی کے ہیں جو فضاؤں میں مضطرب

کس کے جمال سے یہ منور ہے کائنات
سیراب دیدِ چشمِ غزالاں ہے آج رات

تاروں کا رنگ اور ہی ذرّوں کا رنگ اور
نرگس کو دیکھتا ہوں کہ حیراں ہے آج رات

قربان اک نگاہِ محبت شعار کے
بدلا ہوا سا عالمِ امکاں ہے آج رات

یہ کس کے رُخ کا آئینہ سرگرمِ کار ہے
آباد میرا خانۂ ویراں ہے آج رات

وہ کیا ہے جو نہیں ہے نگاہوں کے سامنے
ہر ذرّہ کائنات کا حیراں ہے آج رات

قسمت سے مل گئی مجھے معراجِ زندگی
دل بے نیازِ حسرت و ارماں ہے آج رات

آغوشِ کفر میں مرا ایماں ہے آج رات

اک چشمِ نازنیں سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی
بہزادؔ میری روح غزل خواں ہے آج رات

دل میرا تیرا تابع فرماں ہے کیا کروں
اب تیرا کفر ہی مرا ایماں ہے کیا کروں

با ہوش ہوں مگر مرا دامن ہی چاک چاک
عالم یہ دیکھ دیکھ کے حیراں ہے کیا کروں

ہر طرح کا سکون ہے ہر طرح کا ہے کیف
پھر بھی یہ میرا قلب پریشاں ہے کیا کروں

کہتا نہیں ہوں اور زمانہ ہے باخبر
چہرے سے دل کا حال نمایاں ہے کیا کروں

دامن کروں نہ چاک یہ ممکن تو ہے مگر
مضطر ہر ایک تارِ گریباں ہے کیا کروں

ساکن سا اک ورق ہوں کتابِ حیات کا

حسرت ہے اب نہ اب کوئی ارماں ہے کیا کروں

ہر سمت پا رہا ہوں وہی رنگِ دلفریب

ہاتھوں میں کفر کے مرا ایماں ہے کیا کروں

داغوں کا قلبِ زار کے ممکن تو ہی علاج

ان کے ہی دم سے دل میں چراغاں ہے کیا کروں

اک بیوفا کے واسطے سب کچھ لٹا دیا

بہزاد اب نہ دیں ہی نہ ایماں ہی کیا کروں

تری نظر سے زمانہ خراب ہو نہ سکا

بجز مرے کوئی میرا جواب ہو نہ سکا

ترے کرم سے کبھی کامیاب ہو نہ سکا

خراب و خستۂ اُلفت خراب ہو نہ سکا

جہاں جہاں پہ جھکی تھی مری جبینِ نیاز

وہاں وہاں کی زمیں کا جواب ہو نہ سکا

قصورِ توبہ کو تُو بخش دے مرے ساقی

کسی طرح سے بھی پانی شراب ہو نہ سکا

خطا معاف نظر سے نظر ملاتا ہوں

میں چپ رہا ہوں جہاں تک جواب ہو نہ سکا

کہاں وہ ذرّہ جو چمکا اور آفتاب بنا

کہاں وہ ذرّہ کہ جو آفتاب ہو نہ سکا

وہ ایک لفظِ طلب جس کو لوگ کہتے ہیں

مری تخیّل میں پھر باریاب ہو نہ سکا

ہر ایک رنگ میں تجھ سی بلند ہوں لیکن

سمجھ رہا ہوں کہ تیرا جواب ہو نہ سکا

نہ راس آئی محبّت ہمیں کبھی بہزاد

تمام عمر بھی پورا یہ خواب ہو نہ سکا

یاد آئی نہ ہے وہ صورتِ زیبا کئی دن سے

دل میں ہے مرے حشر سا برپا کئی دن سے

رو کے نہ رکیں گے یہ کبھی اشکِ محبت

مجبور ہے مجبورِ تمنّا کئی دن سے

بے کار سی ہے لذّتِ تسکین تصور

کچھ اور ہے آنکھوں کا تقاضا کئی دن سے

شاید دلِ مایوس ہے مانوسِ شبِ غم

ہے بند شب و روز کا رونا کئی دن سے

اب تک تو طلب دل کی تھی اب دیں کی طلب ہے

بدلا ہے ان آنکھوں کا اشارا کئی دن سے

جس در سے ہوتی نہیں تا عمر رہائی

وہ درد مرے دل میں ہی پیدا کئی دن سے

اس در کی قسم اب ہوا احساس جبیں کو

ہاں اب تو میں کرتا نہیں سجدہ کئی دن سے

اس دردِ محبت کی قسم چین نہیں ہے

دیکھا جو نہیں ہے ترا جلوہ کئی دن سے

کیا جانئے کیا بات ہے کیا سوچ ہے کیا فکر

بہزادِ حزیں کچھ نہیں لکھتا کئی دن سے

اب تو جہانِ عشق میں آنے لگے ہو تم

میری طرح سے اشک بہانے لگے ہو تم

اشکوں کو پونچھتے ہو بچا کر نگاہِ بزم

دنیا سے دل کا حال چھپانے لگے ہو تم

اعجازِ چشم ہے کہ تمھارا کمال ہے

اب تو ہر ایک جا نظر آنے لگے ہو تم

جلوے دکھا رہے ہو بہ نوعِ دگر ہمیں

اللہ جانتا ہے ستانے لگے ہو تم

جس عہدِ عاشقی سے تھی مسرور دو جہاں
اس عہدِ عاشقی کو بھلانے لگے ہو تم

راہِ طلب میں تم کو ہی پاتا ہوں ساتھ ساتھ
نیرنگ یہ عجیب دکھانے لگے ہو تم

مستی بھری ہوئی ہی تمھاری نگاہ میں
اے جانِ میکدہ نظر آنے لگے ہو تم

ہوتی ہیں اک ہی سی تو کم دل کی الجھنیں
روتے کو چاہتا ہوں ہنسانے لگے ہو تم

یہ بھی ہے ایک رنگِ کرم رنگِ التفات
بہزادِ مبتلا کو ستانے لگے ہو تم

فریاد ہے اب لب پر جب اشک فشانی تھی
یہ اور کہانی ہے وہ اور کہانی تھی

اب دل میں رہا کیا ہے جز حسرت و ناکامی

وہ تپش کہاں باقی خود جس کی نشانی تھی

جب درد سا تھا دل میں اب درد ہی خود دل ہے

ہاں اب جو حقیقت ہے پہلے یہ کہانی تھی

پُر آب سی رہتی تھیں پہلے یہ مری آنکھیں

ہاں ہاں اسی دریا میں اشکوں کی روانی تھی

اے چشمِ حقیقت بیں دنیا کو یہ سمجھا دے

باقی بھی وہی نکلی جو چیز کہ فانی تھی

بلبل نے تو افسانہ اپنا ہی سُنایا تھا

گلشن کی کہانی تو پھولوں کی زبانی تھی

یوں اشک بہائے تھے یوں کیں تھیں فریادیں

اک بات چھپانی تھی اک بات بتانی تھی

صاف نظر آتا ہے اب تو ورقِ دامن

اب تک مرے دامن پر آنکھوں کی نشانی تھی

بھزاد کا وہ عالم بھی خوب ہی عالم تھا
بھزاد کی نظروں میں ہر چیز جوانی تھی

دل ہے پریشاں آنکھ ہے پُر نم ہائے محبت ہائے یہ عالم
دل کو بھی ہے غم آنکھ کو بھی غم ہائے محبت ہائے یہ عالم

راز ھم اپنا کیسے چھپائیں کس طرح سے منہ ان کو دکھائیں
اشک چلے ہی آتے ہیں پیہم ہائے محبت ہائے یہ عالم

آج تو وہ بھی بھرتے ہیں آہیں ڈھونڈھ رہی ہیں ضبط کی راہیں
بکھرے ہوئے ہیں گیسوئے پُرخم ہائے محبت ہائے یہ عالم

میرے لئے ہاں ھجر میں تیرے اشک ہیں یوں دامن پر میرے
جیسے کہ ہو پھولوں پر شبنم ہائے محبت ہائے یہ عالم

اگلا سا اب وہ جوش نہیں ہے جوش نہیں ہے ہوش نہیں ہے
درد ہے دل میں لیکن کم کم ہائے محبت ہائے یہ عالم

لطف افزا ہیں زخم کی ٹیسیں کون اب برتے دھر کی رسمیں

کون لگائے زخم پہ مرہم ہائے محبت ہائے یہ عالم

یوں مرا دل سینے میں تپاں ہے ان کیلئے ہر دم گریاں ہے

جیسے کوئی کرتا ہو ماتم ہائے محبت ہائے یہ عالم

ہر زحمت میں راحت بھی ہے ہر راحت میں زحمت بھی ہے

دل کو سکوں ملتا ہے پس غم ہائے محبت ہائے یہ عالم

مٹ جائیں بنیاد تو بہتر لطف افزا ہی عشق کا نشتر

ہے یہ تمنا درد نہ ہو کم ہائے محبت ہائے یہ عالم

لے لے کے تری زلف نے ایمان ہزاروں

کرڈالے زمانہ میں مسلمان ہزاروں

اس غم کا برا ہو کہ زمانے میں ابھی تک

پھرتے ہیں ترے غم کے پریشان ہزاروں

اے جانِ بہاراں تجھے معلوم نہیں ہے

تیرے لئے پُرزے ہیں گریبان ہزاروں

اعجازِ محبّت تو کوئی دیکھ لے آکر
ہیں میرے دلِ تنگ میں ارمان ہزاروں

کیا بات ہے اے چشمِ حسیں تیری جہاں میں
اک تیرِ نظر سے ہوئے بے جان ہزاروں

غنچے بھی ہیں اس دہر میں کانٹے بھی ہیں گل بھی
ہاں دل کے بہلنے کو ہیں سامان ہزاروں

اب تو کسی طوفاں کا مجھے خوف نہیں ہے
آئے ہیں مری زیست میں طوفان ہزاروں

پھر اس سے ہی کرتا ہوں میں پیمانِ محبّت
جس نے کہ شکستہ کئے پیمان ہزاروں

اس کی نگہ ناز کا ادنیٰ سا کرم ہے
باقی ہیں ادھر مرے دل میں ہیں ارمان ہزاروں

چشمِ کرم جو مائلِ بیداد ہو گئی
دنیا دلِ غریب کی برباد ہو گئی

اس زندگی میں کیا ہے بجز نامرادیاں
اچھا ہوا کہ زندگی برباد ہو گئی

جب سے تمہارا نام بنا جانِ داستاں
دلچسپ اور عشق کی روداد ہو گئی

اب انکو کیا سنائیں زمانہ کو کیا سنائیں
اب تو ہماری بات بھی فریاد ہو گئی

یہ دل کی کائنات محبت کے فیض سے
آباد اس قدر ہوئی برباد ہو گئی

برباد ہو گیا مرا گھر میری کائنات
پوری ضرور مرضیٔ صیاد ہو گئی

دلچسپ و دلفریب تھی گو داستانِ عشق
میں نے بھلا دیا اسے جب یاد ہو گئی

صحنِ چمن میں دیکھ کے بلبل کو نالہ زن
اگلی وہ زیست اپنی مجھے یاد ہو گئی

بہزاد پہلے عشق کا شکوہ تھا بار بار
اب جانِ زندگی بھی بہ افتاد ہو گئی

ہر ایک ذرہ ہے بیکار زندگی کے بغیر
عبث ہے زیست محبت کی چاشنی کے بغیر

تمہاری چشمِ عنایت کا میں تو قائل ہوں

کہ بے بسی میں پڑا ہوں میں بے بسی کے بغیر

عجیب حال ہے آنکھوں سے اشک جاری ہیں

تڑپ رہا ہوں محبّت کی زندگی کے بغیر

کسی کی مست نگاہی کا کام ہے شاید

یہ آج لغزشِ پا کیوں ہے بیخودی کے بغیر

ہمیں بھی آتا ہے یاد اپنا عہدِ ماضیٔ عشق

جہاں میں کوئی تڑپتا ہے جب کسی کے بغیر

ترے بغیر یونہی زندگی بھی ہے میری

کہ جس طرح سے یہ آنکھیں ہوں روشنی کے بغیر

الم ہی مجھ کو گوارا الم الم تو ہے

خوشی خوشی نہیں رہتی تری خوشی کے بغیر

یہی ہے حال ہمارے بھی قلبِ مضطر کا

کہ جیسے پھول ہو گلشن میں تازگی کے بغیر

کسی سے کیا کہیں بھزاد داستانِ حیات
کہ ہم بقول کسے مٹ گئے کسی کے بغیر

کیوں چھیڑتی ہے جنبشِ چشمِ بتاں مجھے
قسمت تو دے چکی ہے غمِ دو جہاں مجھے

میرا نشاں کہاں مری ہستی تو مٹ چکی
اب ڈھونڈھ اے نگاہِ محبت نشاں مجھے

قسمت پہ ناز ہے مجھے تقدیر پر ہے فخر
ان کی نظر نے دیدیئے کون و مکاں مجھے

اب تک سلگ رہا ہوں محبت کی آگ میں
اللہ! کس نے دی ہے یہ برقِ تپاں مجھے

جب تک تمہیں ہو پاس تو جینے کا لطف کیا
آتی ہے زندگی یہ نظر رائیگاں مجھے

جورِ فلک کی حد ہے کوئی کر رہا ہوں یاد

میں اپنے آشیاں کو مرا آشیاں سمجھے

پھولوں کے رنگ و بو سے بہلتا نہیں ہے دل

یہ عالمِ بہار ہے مثلِ خزاں مجھے

طوفاں کا ڈر نہیں ہے نہ موجوں کا خوف ہے

رکھنا کسی طرح ہے سفینہ رواں مجھے

یا حضرت آد کیوں جھکے نہ یہ میری جبینِ شوق

کعبہ سے کم نہیں ہے کوئی آستاں مجھے

تمھارا ستم تو کرم تھا کرم ہے
نہ جب کوئی غم تھا نہ اب کوئی غم ہے

جدھر ڈالتا ہوں نظر بہکی بہکی
اُدھر دیکھتا ہوں کہ اک زیر و بم ہے

مری جبیں آستاں سے زمانہ کو مطلب
یہ کیا ماجرا ہے کہ ہر آنکھ نم ہے

یہ آہیں یہ نالے یہ رونا یہ ماتم
یہ جو کچھ بھی ہے یہ تمھارا کرم ہے

جسے غم ملے اسکی قسمت کے صدقے
خوشی کے برابر محبّت کا غم ہے

رواں ہے سفینہ مرا بحرِ غم میں
نہ طوفاں کا ڈر ہے نہ موجوں کا غم ہے

فقط عارضی ہے یہ دولت جہاں میں جہاں میں یہ دو دن کا جاہ و حشم ہے

مجھے دیدے چلو ہی میں میری ساقی یہی تو فقیروں کو ہاں جامِ جم ہے

جسے جو بھی بہزاد تقدیر دیدے

محبت خوشی ہے محبت الم ہے

محبت مستقل کیف آفریں معلوم ہوتی ہے

خلش دل میں جہاں پر تھی وہیں معلوم ہوتی ہے

تیرے جلووں سے ٹکرا کر نہیں معلوم ہوتی ہے

نظر بھی ایک موجِ تہ نشیں معلوم ہوتی ہے

نقوشِ پا کے صدقے بندگی عشق کے قرباں

مجھے ہر سمت اپنی ہی جبیں معلوم ہوتی ہے

مری رگ رگ میں یوں تو دوڑتی ہے عشق کی بجلی

کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہیں معلوم ہوتی ہے

یہ اعجازِ نظر کب ہے یہ کب ہے حسن کی کاوش

حسیں جو چیز ہوتی ہے حسیں معلوم ہوتی ہے

امیدیں توڑ دے میرے دلِ مضطر خدا حافظ
زبانِ حسن پر اب تک نہیں معلوم ہوتی ہے

اسے کیوں میکدہ کہتا ہی بتلا دے مرے ساقی
یہاں کی سرزمیں خلدِ بریں معلوم ہوتی ہے

ارے اے چارہ گر ہاں ہاں خلش تو جسکو کہتا ہی
یہ شے دل میں نہیں دل کے قریں معلوم ہوتی ہے

کسی کے پائے نازک پر جھکی ہی اور نہیں اٹھتی
مجھے بھی آج یہ اپنی جبیں معلوم ہوتی ہے

کہہ رہی ہے مری زبانِ خموش — کس خموشی سے داستانِ خموش

اس کی نیچی نظر نے داد جو دی — بول اٹھا خود مرا جہانِ خموش

بے جرس بے صدا اتری خاطر — چل پڑا دل کا کاروانِ خموش

آپ کی مہربانیوں کی قسم — میرے لاکھوں ہیں مہربانِ خموش

کہتے ہیں جن کو لوگ اشکِ الم
ہیں یہی دل کے ترجمانِ خموش

بے زبانی زبان ہے میری
کیا سناؤں میں داستانِ خموش

رائیگاں کب ہے دل کی بربادی
اُنکی آنکھیں ہیں نوحہ خوانِ خموش

دیکھنے والے اشکِ پیہم کے
ہاں یہی چیز ہے فغانِ خموش

تم نے بہزاد کو نہیں دیکھا
کھویا کھویا سا ہے جوانِ خموش

ہے خردمندی یہی باہوش دیوانہ رہے
ہے وہی اپنا کہ جو اپنے سے بیگانہ رہے

کفر ہے یہ التجائیں کر رہا ہوں بار بار
جاؤں تو کعبہ مگر رُخ سوئے میخانہ رہے

شمع سوزاں کچھ خبر بھی ہے تجھے او مستِ غم
حسنِ محفل ہے جبھی جب تک کہ پروانہ رہے

زخمِ دل اے زخمِ دل ناسور کیوں بنتا نہیں

لطف تو جب ہے کہ افسانہ میں افسانہ رہے

ہم کو واعظ کا بھی دل رکھنا ہی ساقی کا بھی دل
ہم تو توبہ کرکے بھی پابندِ میخانہ رہے

آخرش کب تک رہیں گی حُسن کی نادانیاں
حسن سے پوچھو کہ کب تک عشق دیوانہ رہے

فیضِ راہِ عشق ہے یا فیضِ جذبِ عشق ہے
ہم تو منزل پا کے بھی منزل سے بیگانہ رہے

میکدہ میں ہم دعائیں کر رہے ہیں بار بار
اس طرف بھی چشمِ مستِ پیرِ میخانہ رہے

آج تو ساقی سے یہ بہزاد نے باندھا ہی عہد
لب پہ توبہ ہو مگر ہاتھوں میں پیمانہ رہے

سر بسجدہ کیفیت ہے اور سوز و ساز ہے
میں یہاں پر کھو گیا یہ کس کی بزمِ ناز ہے

کوئی مجھ کو یہ بتا دیتا کہ یہ کیا راز ہے
ساز جو بھی بج رہا ہے ایک ہی آواز ہے

میرے ہر آنسو میں ہے روداد ضبطِ اضطراب
میں وہاں پر ہوں جہاں انجام بھی آغاز ہے

اے دلِ مضطر مبارک ہوں تجھے بربادیاں
آج کچھ ان کی نگاہوں کا نیا انداز ہے

آنکھ کو تسکین سی ملتی ہے تیری دید سے
تیرے روئے صاف پر میری نظر کو ناز ہے

سن کے ہوتی ہے مسرت سن کے ہوتا ہے الم
اک تری آواز ہے اور اک مری آواز ہے

میں مقابل میں ترے آؤں کہاں میری مجال
میں مجسم درد ہوں اور تو سراپا ناز ہے

آنکھ پھڑکتی ہے اک رنگِ حسرت رنگِ غم

آپ جس کو سُن رہے ہیں دل کی یہ آواز ہے
رو رہا ہے کون سناٹے میں پچھلی رات کے
ہو نہ ہو یہ عمر کے بہزاد کی آواز ہے

شاکی نہیں ہوں لذت دردِ جگر سے میں
یعنی تڑپ رہا ہوں یونہی عمر بھر سے میں
اللہ رے اضطراب کہ دنیا بدل گئی
اب خود بھی بے خبر ہوں دلِ بے خبر سے میں
مایوس ہو کے کہتا ہے کچھ مجھ سے چارہ گر
مایوس ہو کے کہتا ہوں کچھ چارہ گر سے میں
یہ وقت سامنے ہے کہ پھرتا ہوں دربدر
وہ وقت بھی ہے یاد کہ نکلا تھا گھر سے میں
پائے طلب سے بے ادبی کا گمان ہے
طے کر رہا ہوں راہِ محبت کو سر سے میں

دامانِ پاک پہ کانٹوں کا ہے نشاں
گذرا اٹھا بے خودی میں الٰہی کدھر سے میں

کیوں شب کا اضطراب سکوں سے بدل گیا
بدلہ ضرور لوں گا نسیمِ سحر سے میں

اللہ خیر ہو مرے ایمان و دین کی
دانستہ جا رہا ہوں اسی رہ گذر سے میں

بہزادؔ جھک رہی ہے ادھر ہی جبینِ شوق
کیا جانے دیکھتا ہوں اسے کس نظر سے میں

خوشا بخت اے دل تجھے کچھ خبر ہے
یہ شب کی لطافت نویدِ سحر ہے

تھا جیسا اسی طرح دردِ جگر ہے
ھماری سحر آہ کیسی سحر ہے

مٹایا ہے کس نے بنایا ہے کس نے

ھمیں کب خبر تھی ھمیں کب خبر ہے

ہر اک جا وہی ہے وہی ماہِ پیکر
یہ کیفِ نظر یا فریبِ نظر ہے

اسی واسطے کر رہا ہوں میں سجدے
میں یہ جانتا ہوں وہ پیشِ نظر ہے

ھمارا فسانہ سنو سُننے والو
مزے کی کہانی ہے اور مختصر ہے

نہیں چاہتے ھم کسی کا تڑپنا
وگرنہ ھماری فغاں میں اثر ہے

اسی سے ھماری نگاہیں ہیں حیراں
تماشا کسی کا بہ نوعِ دگر ہے

ہر اک سمت پا ھمزاد دل ڈھونڈھتا ہوں
کوئی یہ بتادے مرا دل کدھر ہے

ہاں اب تو کچھ نہیں ہے میرے اختیار میں
دیکھو نا ہنس رہا ہوں غمِ انتظار میں
اللہ میرے خرمنِ ہستی کی خیر ہو
شعلے بھڑک رہے ہیں دلِ بیقرار میں
پھولوں کا رنگ اور ہے گلشن کا رنگ اور
اور میں پڑا ہوا ہوں فریبِ بہار میں
*آ میرے دل کے چین مری وجہ زندگی
آ تجھکو آج رکھ لوں دلِ بیقرار میں
اللہ میری زندگیٔ غم کی خیر ہو
بے چینیاں بھی اب تو نہیں اختیار میں
اوروں کے ہوش اڑ گئے فصلِ بہار سے
مجھکو تو ہوش آ گیا فصلِ بہار میں
رحم اے نگاہِ ناز مرے حالِ زار پر

میری تو زندگی ہے ترے اختیار میں
دستِ جنوں میں جیب و گریباں لئے ہوئے
بیٹھا ہوا ہوں کب سے امیدِ بہار میں
اب مجھ کو اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بہزاد کھو گیا ہوں تمنائے یار میں

محبت میں فریبِ دائمی محسوس کرتا ہوں
خوشی ہوتی نہیں لیکن خوشی محسوس کرتا ہوں
گذرتا جا رہا ہوں ہر طرح کے دور سے لیکن
میں اپنی زندگی میں اک کمی محسوس کرتا ہوں
تری تیوروں سے اے بے درد اپنے قلبِ مضطر میں
سکوں کے ساتھ تھوڑا درد بھی محسوس کرتا ہوں
محبت میں کہاں بے کیفیاں ہیں کون کہتا ہے
بسا اوقات لطفِ زندگی محسوس کرتا ہوں

* اگر آنکھوں میں میری ایک بھی آنسو نظر آئے
سمجھ لینا کہ اپنی بے بسی محسوس کرتا ہوں

مری آنکھوں سے ہو جاتا ہے جاری اشک کا دریا
خدا شاہد ہے جب غم میں کمی محسوس کرتا ہوں

خدا رکھے تجھے اس زندگی کے بخشنے والے
ترے قدموں میں اپنی زندگی محسوس کرتا ہوں

کرم ناآشنا سے جب بھی نظریں چار ہوتی ہیں
خودی کو چھوڑ کر میں بے خودی محسوس کرتا ہوں

عجب عالم میں اے بہزاد میری جانِ مضطر ہے
جہاں وہ ہیں وہاں پر زندگی محسوس کرتا ہوں

شکوہ نہیں ہے مجھ کو کہ بندش زباں پہ ہے
مجھ کو خبر نہیں مری دنیا کہاں پہ ہے

ساقی مری طرف بھی بڑھا ساغرِ شراب

کیا دیکھتا نہیں کہ گھٹا آسماں پہ ہے

مدت سے ہے چراغِ نشیمن بجھا ہوا
بجلی کو سن رہا ہوں کہ بس آشیاں پہ ہے

تم کیا سمجھ رہے ہو مرے جذبِ عشق کو
دل میں وہی ہے بات جو میری زباں پہ ہے

اک آگ سی لگی ہے جہانِ خیال میں
نالہ کبھی زمیں پہ کبھی آسماں پہ ہے

معراج تجھ کو دی مرے جذبِ خیال نے
اب تو ہی اس کو دیکھ کہ اب تو کہاں پہ ہے

اس کو پہنچ سکے گی نہ یہ چشمِ دو جہاں
وہ سرِّ بیخودی کہ جو میری زباں پہ ہے

مستِ سجود ہے مری دنیائے آرزو
میری جبینِ شوق ترے آستاں پہ ہے

بہزاد جذبِ عشق کے قربان جائیے
میں بھی اسی جگہ ہوں مرا دل جہاں پہ ہے

یوں علاجِ خاطرِ ناشاد کر لیتا ہوں میں
دل جو گھبراتا ہے ان کو یاد کر لیتا ہوں میں

شب کے سناٹے میں چپکے چپکے دل کو تھام کر
جب کوئی سنتا نہیں فریاد کر لیتا ہوں میں

میری ہمت دیکھئے میرا کلیجہ دیکھئے
اپنے ہاتھوں زندگی برباد کر لیتا ہوں میں

گاتا رہتا ہوں قفس میں بیٹھ کر نغماتِ کیف
اس طرح سے خاطرِ صیاد کر لیتا ہوں میں

اس نظر ہی سے ادا کرتا ہوں اس کا شکریہ
جس نظر سے شکوۂ بیداد کر لیتا ہوں میں

آشیاں والو خیالِ آشیاں مجھ کو نہیں

اپنی بربادی کے دن بھی یاد کر لیتا ہوں میں

منظرِ بربادیٔ دل رکھ کے اپنے سامنے

غم میں اپنے اور بھی اضافہ کر لیتا ہوں میں

تم کو کیا مطلب ہے اس سے، اپنے قلبِ زار کو

شاد کر لیتا ہوں یا ناشاد کر لیتا ہوں میں

ان سے کچھ کہتا نہیں ہوں ان کی کچھ سنتا نہیں

ہر ستم پر صبر اے بہزاد کر لیتا ہوں میں

نظر سے نظر کو ملانے چلا ہوں / محبت کی پھر چوٹ کھانے چلا ہوں

الم سے مرا قلب خوں ہو چکا ہے / اس عالم میں بھی مسکرانے چلا ہوں

نقوشِ کفِ پا کی اللہ ری عظمت / ہر اک گام پر سر جھکانے چلا ہوں

پریشان مجبور و بیتاب و گریاں / محبت کا عالم دکھانے چلا ہوں

خدا جانے کیوں آج پھر اس طرف کو / نہ کھونے چلا ہوں نہ پانے چلا ہوں

چلا ہوں بتانے انھیں رازِ الفت / خلش اپنے دل کی مٹانے چلا ہوں

سلامت سلامت مرا جوشِ وحشت
گریباں کو دامن بتانے چلا ہوں

بھٹکتے بھٹکتے ملیں اور راہیں
میں رہبر کو بھی رہ دکھانے چلا ہوں

کچھ ان کے بھی دل میں ہے یا کچھ نہیں ہے
میں بہزادؔ یہ آزمانے چلا ہوں

یہ کس نے الٹ دی نقاب محبت
کہ دنیا بنی ہے جواب محبت

دمکتے رہے دونوں عالم کے ذرّے
چمکتا رہا آفتابِ محبت

محبت کے صدقے محبت کی قرباں
محبت ہی خود جواب محبت

الٰہی مرے دیدۂ دل سلامت
کہ پھر بڑھ چلا اضطرابِ محبت

یہ اشکوں کی سرخی سی حیران کیوں ہو
یہی ہے یہی ہے شبابِ محبت

یہ معبودیت کی تجلّی ہے کیسی
یہ کیا شئے ہے زیرِ نقابِ محبت

نہ دوری سے راز اندنہ ملنے سے کم ہے
عجب چیز ہے اضطراب محبت

حقیقت میں قسمت ہے انکی کہ جن کو
ملا ہے غمِ بے حساب محبت

نظر پھر گئی ان کی بہزادؔ ہم سے
ہمیں یہ ملا ہے جوابِ محبت

جلوہ حبیب در اصل جلوہ ہو گیا ہر قدم پر اک تماشا ہو گیا

شامِ غم یہ ان کے آنے سے ہوا صبح سے پہلے سویرا ہو گیا

میں مٹا دل کی تمنّا مٹ گئی اُف مری دنیا میں یہ کیا ہو گیا

یہ محبّت کا کرم ہے سربسر میں بھی مجبورِ تمنّا ہو گیا

آپ کی آنکھوں میں کیوں اشک آ گئے بندہ پرور آپ کو کیا ہو گیا

ہر قدم پر ان کے نقشِ پا جو تھے سر ہمارا وقفِ سجدہ ہو گیا

رُخ دکھا دینے سے آفت آ گئی جو بھی دل والا تھا ان کا ہو گیا

اک قیامت تھی تری رفتارِ ناز ہر قدم پر حشر برپا ہو گیا

اللہ اللہ کیفِ الفت کا اثر

آخرش بہزاد ان کا ہو گیا

آئے تو میری روح کو تڑپا کے چل دیئے

الفت کی اک شراب سی برسا کے چل دیئے

ان کے حجاب میں نہ کوئی بھی کمی ہوئی

میری نگاہِ شوق کو ترسا کے چل دیئے

تقدیر اس کو کہتے ہیں قسمت ہے اس کا نام
تسکین دینے آئے تھے تڑپا کے چل دیئے

آئے تو تھے کہ درد مٹا دیں گے قلب کا
دیکھا جو حال غیر تو گھبرا کے چل دیئے

★ آنکھوں میں کچھ حسین سے آنسو بھرے ہوئے
چپکے سے آئے اور مجھے سمجھا کے چل دیئے

★ ان سے کسی امید کا رکھنا فضول ہے
میرے دلِ غریب کو ٹھکرا کے چل دیئے

اوروں کو بھر کے دیدیئے جامِ شرابِ ناب
اور مجھکو رازِ میکدہ سمجھا کے چل دیئے

جب داستانِ عشق مری ختم ہو گئی
بل کھا کے چل دیئے کبھی شرما کے چل دیئے

میں نے جو یہ کہا کہ اب آنا تو ہو چکا
بہزاد میرے سر کی قسم کھا کے چل دیئے

دل نے ہماری بات نہ مانی ہائے محبت ہائے جوانی
ہم نے بھی قیمت دل کی نہ جانی ہائے محبت ہائے جوانی

راز ہمارا سب پہ عیاں ہے کیا یہ بتائیں درد کہاں ہے
اشکوں نے کہہ دی ساری کہانی ہائے محبت ہائے جوانی

کرنا پڑے ہیں ہجر میں نالے ہم کو تو اب خالق ہی سنبھالے
کرنا پڑی ہے اشک فشانی ہائے محبت ہائے جوانی

اب ہے تڑپنا کام ہمارا رونا ہے انجام ہمارا
ٹیس ہے دل میں آنکھ میں پانی ہائے محبت ہائے جوانی

داغوں کو ہوں میں دل میں چھپائے دنیا کو اب کون دکھائے
داغ الم ہیں دل کی نشانی ہائے محبت ہائے جوانی

آنکھ سے نرگس بہتے ہیں آنسو غم نے نکالے یہ نئے پہلو

جیسے ہمارا خون ہے پانی ھائے محبت ھائے جوانی

دل کو سنایا صبح سے تا شب دل کو سنائی شام سے تا صبح

ان کا فسانہ ان کی کہانی ہائے محبت ہائے جوانی

تا بہ قیامت کم نہ کبھی ہو تا بہ قیامت یہ نہ فنا ہو

کہتے ہیں سب ہر چیز ہے فانی ہائے محبت ہائے جوانی

کس کو ہم اے بہزاد سنائیں حال ہم اپنا کس کو بتائیں

اپنی تو ہے اتنی سی کہانی ہائے محبت ہائے جوانی

کیا پوچھ رہے ہو دلِ برباد کا عالم

اب تک تو وہی ہے مری فریاد کا عالم

اک جلوۂ صد رنگ ہے اک سحرِ مکمل

میرے لئے یہ حسنِ خداداد کا عالم

سینے میں تڑپتا ہے ترے نام کو سن کر

اب تک تو یہ ہے اک دلِ ناشاد کا عالم

پھولوں سے گلستاں کے سجایا ہے قفس کو
بلبل کیلئے یہ دلِ صیاد کا عالم

بہتر تو یہ ہے لطف کے پردہ میں ستم ہو
تا لوگ نہ دیکھیں تری بیداد کا عالم

اے جلوۂ محبوب مجھے کل کی خبر کیا
طاری ہے ابھی تک تو تری یاد کا عالم

قربان شوم اور ستم اور ستم کر
میں بھول چکا ہوں تری بیداد کا عالم

صد شکر کہ آج اس لبِ نازک پہ بھی آیا!
"خالق نہ دکھائے کسی برباد کا عالم"

ہر خد میں ہر اک خال میں ہے عشق کی دنیا
کیا دیکھ رہے ہو رُخِ بہزاد کا عالم

غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل جانِ بہار آگیا

جو تھا چمن کا مدعا آخر کار آگیا

بزمِ خیال میں جو وہ شعبدہ کار آگیا

دل کو سکون مل گیا مجھ کو قرار آگیا

دستِ گدا نواز کا طرفہ کرم تو دیکھئے

دستِ گدا میں بے طلب دامنِ یار آگیا

چشمِ کرم میں رنگ ہے آج تو کچھ عتاب کا

میری طرف سے آہ کیوں دل میں غبار آگیا

کر لے یہاں پہ پے بہ پے خوب سجود عاشقی

اے دلِ مبتلا سنبھل کوچۂ یار آگیا

میرے تو ایک نقطہ سے حل ہوگئے دو جہاں کے دل

میرا کمال دیکھئے میں سر دار آگیا

ہائے وہ خوش نصیب عشق جسکو سکوں نہیں ملے

ہائے وہ بدنصیب عشق جس کو قرار آگیا

اپنے تصورات میں کھینچ لیا بہار کو
ہم کو تو اس خزاں میں بھی لطفِ بہار آگیا

ساقی تُو بے خبر مجھے اس کی ذرا خبر نہیں
کس کو نہیں ہوا خمار کس کو خمار آگیا

نگہ ناز کیا دیا تو نے | صرف وحشی بنا دیا تو نے
تیری بیگانہ واریوں کی قسم | اب تو سب کچھ بھلا دیا تو نے
اب یہ کہنے میں مجھکو باک نہیں | بے کہے کیا بتا دیا تو نے
کیوں نہ جھکتی مری جبینِ نیاز | شکر کا حوصلہ دیا تو نے
ہوش آیا ہے اور ہوش نہیں | آج یہ کیا پلا دیا تو نے
دے کے اپنی نگاہِ ناز کا زخم | ایک عالم دکھا دیا تو نے
دونوں دراصل ایک ہی شے تھے | غم جدا دل جدا دیا تو نے
خود ہی رکھا تھا تو نے راز کو راز | خود ہی پردہ اٹھا دیا تو نے

بس اسی کا تو بن گیا بہزاد
اس کو جس کا بنا دیا تو نے

تم کرم گستر تھے تم ظلم آشنا کیوں ہو گئے
تم تو مجھ کو مل گئے تھے تم جدا کیوں ہو گئے

ان کی آنکھوں میں بھی کچھ آنسو نظر آنے لگے
توبہ توبہ یہ مرے نالے رسا کیوں ہو گئے

میرا ایماں کفر کی رنگینیوں میں مست تھا
مجھ کو بُت کی آرزو تھی تم خدا کیوں ہو گئے

آج ہے ہر ہر زباں پر میرے دل کی داستاں
میرے لب خاموش ہی اچھے تھے وا کیوں ہو گئے

مدّعا کھو کر نظر آیا ھمیں طرفہ مآل
آہ ھم نادان وقفِ مدّعا کیوں ہو گئے

آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر مگر بندہ نواز!

ہم کو اس کی کیا خبر ہم باوفا کیوں ہو گئے

دل کے جھکنے ہی پہ کیا ہے منحصر ہر بندگی

سر جھکایا بھی نہیں سجدے ادا کیوں ہو گئے

یہ محبت کا کرشمہ ہے کہ ہے تقدیر کا

ہم کسی کے روئے انور پر فدا کیوں ہو گئے

خرمنِ ہوش و خرد بہزاد غارت ہو گیا

کون اب ان سے کہے جلوہ نما کیوں ہو گئے

رہِ الفت میں قلبِ مبتلا نیرنگ ساماں ہے

سرِ جادہ بھی حیراں تھا سرِ منزل بھی حیراں ہے

ازل سے آج تک دل کو ترے ملنے کا ارماں ہے

مری ہستی پریشاں تھی مری ہستی پریشاں ہے

خدا جانے بہا جاتا ہوں کیونکر کس طرح کیسے

نہ دریا ہے نہ کشتی ہے نہ موجیں ہیں نہ طوفاں ہے

ادھر آ سامنے اے روئے جاناں میں کروں سجدے
جہانِ عاشقی میں کفر بھی ہم رنگِ ایماں ہے

بنے ہو زینتِ محفل جو شمع انجمن بن کر
مرے اوپر ہے کیا احساں یہ کل محفل پہ احساں ہے

خدا کا شکر کیجئے ورنہ دل تسکیں نہیں پاتا
غنیمت جانیئے اب تک مرا عالم پریشاں ہے

یہ جیب و آستیں کیوں اس طرح بیزار ہیں آخر
جنونِ عشق کے آگے تو دامن بھی گریباں ہے

محبت کی بھی اب کچھ بڑھ چلی ہے کیف سامانی
زہے قسمت کہ ہر خوابِ سبک خوابِ پریشاں ہے

کسی کافر ادا کے عشق میں گھٹ گھٹ کے مر جانا
یہی بہزاد میرا دیں یہی بہزاد ایماں ہے

شکر خدا کا لاکھ اپنے کو میں مٹا سکا

تم کو بھی میں بھلاؤں گا تم کو اگر بھلا سکا

سارے جہانِ عشق میں سارے جہانِ حسن میں

تیرا پتہ تو مل گیا اپنا پتہ نہ پا سکا

کر کے تجھے سجودِ عشق لطف ملا ہے اس قدر

عمر یونہی گذر گئی سر نہ کہیں جھکا سکا

رعبِ گدا نواز سے میرے حواس گم ہوئے

دستِ طلب بڑھا دیا جب نہ نظر ملا سکا

صحنِ چمن میں جا بجا پھول تو تھے سبھی خوشنا

اس کی طرف بڑھے نہ ہاتھ جو نہ نظر کو بھا سکا

ہجر نو تھا نصیب میں غم ہی جو تھا نصیب میں

تو بھی نہ پاس آ سکا میں بھی نہ پاس آ سکا

عہدِ وفا کے وقت بھی پاسِ وفا تھا اس قدر

اپنی قسم تو کھا بھی لی تیری قسم نہ کھا سکا

صحن چمن میں ہر جگہ کہتی ہی عندلیبِ زار

ہائے وہ داستانِ عشق جس کو نہ میں سنا سکا

عمر گذار دی یونہی نالہ و آہ شور میں

غم ہی میں زیست کی بسر غم کا صلہ نہ پا سکا

مانا مجھے برباد کرو گے — لیکن مجھکو یاد کرو گے

نالہ کرے گا آہ کرے گا — جس کو بھی برباد کرو گے

میرا افسانہ غم کا ہے قصہ — اس کو بھلا کر یاد کرو گے

اب تو مری فریادیں سن لو — اک دن تم فریاد کرو گے

قسمت سے یہ دن آئے ہیں — یہ دن تم کیا یاد کرو گے

نازوں کا پالا یہ دل ہے — تم اس کو ناشاد کرو گے

شمع ذرا یہ بجھ تو جائے — پروانوں پھر یاد کرو گے

میری اسیری سے تم خوش ہو — مجھکو کیا آزاد کرو گے

کچھ دن اور گذر جانے دو
ذکرِ غمِ بہزاد کروگے

کیوں چپ رہوں میں تیرے مقابل تو نہیں ہوں
بیتاب ہوں لیکن سرِ محفل تو نہیں ہوں

جلنے کی قسم مر کے ترے در سے اٹھوں گا
پھر جاؤں ترے در سے میں سائل تو نہیں ہوں

آلامِ مسلسل سے میں گھبراؤں نہ کیونکر
میں صاحبِ دل تو ہوں مگر دل تو نہیں ہوں

اشکوں کو مرے دیکھ کے حیران ہو کیوں تم
انجامِ غمِ عشق سے غافل تو نہیں ہوں

کیوں دل میں مرے درد ہے سوزش ہے خلش ہے
آلامِ زمانہ کی میں منزل تو نہیں ہوں

اے چشمِ کرم ہاں مجھے تسکیں ملے کیونکر

میں دل نظر آتا ہوں مگر دل تو نہیں ہوں

کس طرح سے آرام لوں کچھ دیر سکوں سے
رستہ ہی میں ہوں میں سرِ منزل تو نہیں ہوں

آخر یہ تھمے جاتے ہیں کیوں غم کے سفینے
میں موج ہوں میں موج ہوں ساحل تو نہیں ہوں

بہزاد کہو دستِ کرم اپنا ہٹا لیں
تسکین کی لوں بھیک میں سائل تو نہیں ہوں

حسن نے یا کہ عشق نے کس نے یہ گل کھلا دیا
تجھ کو خدا بنا دیا ہنس کے مجھے بنا دیا

اب یہ کمالِ کفر ہو یا کہ کمالِ دین ہو
آپ کے پائے ناز پر میں نے تو سر جھکا دیا

دل کی خلش کو کیا کہوں دل بھی عجیب چیز ہے
اس کو میں کر رہا ہوں یاد جس نے مجھے بھلا دیا

یہ مرا اضطرابِ عشق یعنی یہی شبابِ عشق
یہ تو دیا نصیب نے تیری نظر نے کیا دیا

حسنِ نظر نواز نے حسنِ کرشمہ ساز نے
پردہ کبھی اٹھا دیا پردہ کبھی گرا دیا

میری تباہیوں میں ہے رازِ حیاتِ دائمی
میری تباہیاں نہ دیکھ تو نے پھر آسرا دیا

یاس میں زحمتیں سہی یاس سے مطمئن تھا میں
دیکھ نگاہِ التفات تو نے پھر آسرا دیا

اصل میں دونوں ایک تھے پھر بھی مرے نصیب نے
دل بھی مجھے جدا دیا غم بھی مجھے جدا دیا

ہم نے لٹا لٹا دیا اپنا متاعِ عاشقی
جب بھی نگاہِ حسن نے عشق کا واسطہ دیا

جمالِ یار کو دانستہ سجدہ کر لیا میں نے

اسے دیکھا جو بیگانہ تو اپنا کر لیا میں نے

ترے جلوے جو گوناگوں نظر آنے لگے مجھکو

نگاہِ شوق کو وقفِ تماشا کر لیا میں نے

کسی کے آستانِ ناز پر اپنی جبیں رکھکر

دلِ مضطر میں خود ہی درد پیدا کر لیا میں نے

٭نہ کچھ تم سے شکایت ہے نہ قسمت سے شکایت ہے

محبت میں یہ خود ہی حال اپنا کر لیا میں نے

کبھی نالے کئے پہروں کبھی آہیں کبھی شیون

اسی صورت سے بارِ غم کو ہلکا کر لیا میں نے

وہی ٹکڑا زمیں کا حاصلِ کون و مکاں ٹھیرا

جہاں بھی بیخودی میں ایک سجدہ کر لیا میں نے

محبت میں عجب اعجاز ہے اے دیکھنے والو

فقط اک آہ سے دنیا کو اپنا کر لیا میں نے

یہ ناکامی یہ مجبوری یہ لاچاری یہ تنہائی

ترے کارن ستمگر سب گوارا کر لیا میں نے

خدا جانے یہ عینِ کفر ہے یا عینِ ایماں ہے

نظر جب آئے وہ گھبرا کے سجدہ کر لیا میں نے

جہاں دیکھا سکوں پاتے ہوئے کشتیٔ الفت کو

تو پھر طوفاں کی موجوں کو اشارا کر لیا میں نے

نہیں باقی دل و دیں نہیں باقی تو کیا پروا

گراں تھی جنسِ الفت پھر بھی سودا کر لیا میں نے

مجھے بہزاد قسمت سے فقط اتنی شکایت ہے

وہی دشمن بنا جس کو بھی اپنا کر لیا میں نے

بت جھومتے ہیں حسنِ بتاں جھوم رہا ہے
نغماتِ محبت سے جہاں جھوم رہا ہے

اے صاحبِ دل تجھکو مبارک ہوں یہ گھڑیاں
ظالم لئے ہاتھوں میں کماں جھوم رہا ہے

تجھکو بھی خبر ہے یہ مرے دل کو ہوا کیا
نادان بہ نامِ دگراں جھوم رہا ہے

اب ند نہ جھومیں تو قیامت ہی بپا ہو
میخانہ میں خود پیرِ مغاں جھوم رہا ہے

میں کس کے تخیل میں ہوا محوِ تکلم
ہونٹوں پہ ہر ایک لفظِ زباں جھوم رہا ہے

اللہ رے دل دل میں ہے مستیٔ محبت
اللہ ری فغاں محو فغاں جھوم رہا ہے

اس نام کے صدقے مرا دل میری تمنّا
نغموں سے مرے کون و مکاں جھوم رہا ہے

اک میری ہی مستی سے ہے سرمست زمانہ
میں جھوم رہا ہوں تو جہاں جھوم رہا ہے

بہزاد یہ بت خانہ ہے کعبہ تو نہیں ہے
تو درد کے مارے یہ کہاں جھوم رہا ہے

ترا لاکھیل کھیلا ہے سرِ راہِ گذر میں نے
ترے رستے میں پھیلایا ہے دامانِ نظر میں نے

مجھے وہ دن وہ لمحہ وہ گھڑی ہرگز نہ بھولے گی
زمانہ سے تجھے دیکھا تھا جس دن بےخبر میں نے

مجھے اب اضطرابِ عشق کا شکوہ نہیں کوئی

ہزاروں بار دیکھے ہیں یہی شام و سحر میں نے

جبینِ شوق بڑھ اور رہر قدم پر ایک سجدہ کر
ہر اک ذرّے میں پایا ہی کسی کو جلوہ گر میں نے

ان آنکھوں میں نہیں وہ بات ساغر مل گیا تو کیا
بڑی حسرت سے دیکھی آج ساقی کی نظر میں نے

تجھے بیکار کی زحمت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا
علاجِ دل تو خود ہی کر لیا اے چارہ گر میں نے

جبینِ شوق لے حاضر ہے تیری پائمالی کو
ترے قدموں پہ رکھ دی کائناتِ مختصر میں نے

ترے جلووں میں گم ہو کر جہاں سے بیخبر ہو کر
بالآخر کر کے چھوڑا عشق کی منزل کو سر میں نے

ہزاروں بار ناصح آئے اور کہہ کہہ گئے اپنی
لیا بہزاد ان باتوں کا کب دل پر اثر میں نے

ارے او مسکرانیوالے سن کر داستاں میری

کہیں تجھ پر نہ آجائے بلائے ناگہاں میری

قفس کی زندگی کو ایک مدت ہوچکی پھر بھی

نظر بے ساختہ اٹھتی ہی سوئے آشیاں میری

مرے چاکِ گریباں کا تماشا دیکھنے والو

ہر اک تارِ گریباں پر لکھی ہے داستاں میری

مری صورت سے تم بھی رو رہے ہو اپنا دل تھامے

مزے کی بات تم نے سیکھ لی طرزِ فغاں میری

خدا جانے ہیں اپنی بیخودی میں کہہ گیا کیا کیا

زمانہ سن کے حیراں ہو رہا ہے داستاں میری

* قرار آتا نہیں مجھکو سکوں ملتا نہیں مجھ کو

اسی صورت سے شاید زندگی ہو رائیگاں میری

گذرتے تھے سکوں میں دن گذرتی ہیں الم میں دن

تھی وہ بھی داستاں میری ہی یہ بھی داستاں میری
کسی سے کچھ نہیں کہنا کسی سے کچھ نہیں سُننا
فقط دنیا کے دکھلانے کو ہے منہ میں زباں میری
مجھے بہزاد دنیا دیکھکر حیران ہوتی ہے
یہ حالت ہوگئی ہے کیا نصیبِ دشمناں میری

وہ نگاہِ ناز کچھ کچھ مہرباں ہونے لگی
پھر مرتب زندگی کی داستاں ہونے لگی

پھر نگاہِ ناز تے تا کے زمین و آسماں
پھر زبانِ عشق مجبورِ فغاں ہونے لگی

خود بخود آنکھوں سے آپ بہنے لگے اشکِ الم
درد کی سوزش سے آپ کچھ کچھ اماں ہونے لگی

پھر ترے جلووں نے لوٹا کاروانِ عقل و ہوش
پھر محبت بے نیازِ دو جہاں ہونے لگی

اشکِ خونیں کے تصدق اشکِ خونیں کے نثار
اسکے کارن داستاں کچھ داستاں ہونے لگی

بڑھ گیا ہی دردِ دل پہلو میں پہلے سے سوا
ضبط کی کوشش بھی آخر رائیگاں ہونے لگی

اپنے نالے ہیں نہ آہیں ہیں نہ شیون ہے نہ شور
اللہ اللہ یہ زباں پھر بے زباں ہونے لگی

برق کو کاوش ہی مجھ سے یا الٰہی خیر ہو
یہ چمک کیسی قریبِ آشیاں ہونے لگی

اب کہاں بہزاد باقی ہیں مری ہوش و حواس
ان کے جاتے ہی زمیں پھر آسماں ہونے لگی

محبت کا عالم ہر اک کو دکھانے
میں نکلا ہوں دنیا کو اپنا بنانے

محبّت کے ماروں کو احساس کیا ہو
گذرتی ہے کیونکر یہ اللہ جانے

زباں نے نہ پوچھا زباں بھی نہ بولی
نظر نے سنائے نظر کو فسانے

زمانہ نہ اس راز کو پا سکے گا
محبّت کا عالم محبّت ہی جانے

مٹائے مٹا کب مقدر کا لکھا
بہت کہہ کے دیکھا مگر وہ نہ مانے

زباں ان کی کچھ اور ہی کہہ رہی تھی
ان آنکھوں میں پائے نرالے فسانے

جبیں آج بے چین سی ہو رہی ہے
میں جاتا ہوں ہر گام پر سر جھکانے

تری بزم میں بے غرض آ رہا ہوں
نہ مٹنے نہ بننے نہ کھونے نہ پانے

میں بہزاد کہنے چلا ہوں سب اس سے
یہ مرضی ہے اسکی وہ مانے نہ مانے

کسی طرح سے بھی حاصل مجھے قرار نہیں — وہ سامنے ہیں تو نظروں کا اعتبار نہیں

تری نگاہ تری مست انکھڑیوں کی قسم — مرے خمار پہ ساقی کا اختیار نہیں

چلے ہی آتے ہیں آنکھوں میں میری اشک الم — مراسکوں کبھی مرے غم کا پردہ دار نہیں

نگاہِ شعبدہ گر ہائے یہ تو جینا ہے — ترے لئے مجھے مرنا بھی ناگوار نہیں

اسی لئے تو ابھی تک زباں ہے بند مری — وہ راز خاک رکھے گا جو راز دار نہیں

خزاں سے ہو چکی مانوس اب حیات مری — خدا کا شکر مجھے کچھ غم بہار نہیں

یہ تیری مست نگاہی کا فیض ہے ساقی — یہ خود ہی دیکھ لے تو کوئی ہوشیار نہیں

زباں پہ شکوۂ آلامِ عشق کیوں آئیں — وہ بار مجھکو ملا ہے جو مجھکو بار نہیں

گلوں کے رنگ پہ مائل ہوں کس لئے بہزاد

کہ یہ بہار تو میرے لئے بہار نہیں

دل ڈھونڈھ رہی ہے کہ جگر ڈھونڈھ رہی ہے

کیا شے تری بے درد نظر ڈھونڈھ رہی ہے

اک جلوۂ رنگیں کو مری چشمِ محبت

اب کی تو باندازِ دگر ڈھونڈھ رہی ہے

میں تو ہی قسمت ہوں مرے دل کی تمنا
تو کیوں مرے نالوں میں اثر ڈھونڈھ رہی ہے

وہ حسن ہے یا عشق ہے کس چیز کو دُنیا
حیران سرِ راہگذر ڈھونڈھ رہی ہے

اس جانِ محبت کو مری چشمِ محبت
ملنا تو ہے دشوار مگر ڈھونڈھ رہی ہے

مدت میں جو یہ پھول کھلے ہیں سرِ گلشن
دامن کو گریباں کی نظر ڈھونڈھ رہی ہے

اک حشر سا برپا ہے بھلا کیوں سرِ مقتل
کیا تیغ تمھاری مرا سر ڈھونڈھ رہی ہے

کیونکر نہ جہاں ہو مری قسمت کے تصدق
بہزاد مجھے اب وہ نظر ڈھونڈھ رہی ہے

فرقت میں جاں کو کھوتا ہوں
دل روتا ہے میں روتا ہوں

جب سامنے تم آجاتے ہو
کیا جانئے میں کیا ہوتا ہوں

اس اشکِ مسلسل کے صدقے
اپنے دامن کو دھوتا ہوں

تم جب بھی باتیں کرتے ہو
اکثر تو بے خود ہوتا ہوں

اکثر راتیں آجاتی ہیں
بے ہوش بھی اکثر ہوتا ہوں

خود آجاتی ہے فصلِ خزاں
جب کشتِ محبت بوتا ہوں

یہ دُنیا اس کو کیا جانے
تم روتے ہو میں روتا ہوں

منزل سے پلٹ آتا ہوں میں
منزل کے قریں جب ہوتا ہوں

جب ان کا تصور آتا ہے
بہزادؔ کہاں میں ہوتا ہوں

محبت میں خود کو مٹانا پڑے گا
ہر اک حال میں مسکرانا پڑے گا

غموں کو نہ کیوں خیر مقدم کہوں میں
یہ معلوم ہے غم اٹھانا پڑے گا

محبت کی منزل نہیں دور لیکن
ہمیں دور سے ہو کے آنا پڑے گا

خبر بھی ہے اے رہرو راہِ الفت
ہر اک گام پر سر جھکانا پڑے گا

حرم جانیوالو یہی بُت کدہ ہے
اسی راہ سے ہو کے جانا پڑے گا

مجھے دیکھکر آہ کیوں کر رہے ہو
تمھیں اس کا مطلب بتانا پڑے گا

بگڑتے ہو بگڑو سبب کچھ نہیں ہے
مناؤں تو پھر مان جانا پڑے گا

سمجھتا ہوں باقی رہوں گا نہ پھر میں
تری بزم میں جب بھی جانا پڑے گا

اسی کو سمجھ لوں گا بہزاد منزل
ٹھہر کر جہاں سر جھکانا پڑے گا

خود پاؤں بڑھے محفلِ کی طرف
میں کھنچ کے چلا منزل کی طرف

دیکھے تو کوئی یہ ان کا کرم
وہ دیکھ رہے ہیں دل کی طرف

قاتل کی نگاہیں خود ہیں جھکیں
انگلی نہ اٹھا قاتل کی طرف

اے کھیون ہارے یہ کیا ہے
کشتی کو بڑھا ساحل کی طرف

رُخ پھیر کے جا او جانے والے
رخ پھیر بھی لے بسمل کی طرف

ان کو واپس آتے دیکھا
جو لوگ گئے منزل کی طرف

آسانیوں سے عاجز ہوں میں — لے چل اے دل مشکل کی طرف
تم سے بڑھ کر رنگین نہیں — دیکھو ماہِ کامل کی طرف
بہزاد زباں کچھ کہہ نہ سکی
دیکھا جو رُخِ قاتل کی طرف

ابھی میں نہ اپنی کہانی کہوں گا — بڑھا کر غمِ زندگانی کہوں گا
جوانی نے لوٹا جوانی نے مارا — جوانی کو کیا اب جوانی کہوں گا
مقدر نے جو داغ دل پر دیئے ہیں — محبت کی ان کو نشانی کہوں گا
میں اے نامہ بر تجھکو کیوں لکھکے دیدوں — یہ قصّہ تو ان سے زبانی کہوں گا
ستم سہہ رہا ہوں مگر اُف نہیں — اسی شے کو میں بے زبانی کہوں گا
ستم کو ستم کہہ کے کچھ بھی نہ پایا — ستم کو تو اب مہربانی کہوں گا
یہ کیا بات ہے بہہ رہی ہیں مسلسل — اِن اشکوں کو بھی اب میں پانی کہوں گا
مجھے شکوۂ پائمالی نہیں ہے — اسے آپ کی قدردانی کہوں گا
زمانہ کی حیرانیاں دیکھ لینا — میں بہزاد جس دن کہانی کہوں گا

تصور میں انھیں جب جلوہ ساماں کر لیا میں نے
تو اپنے دیں کو دیں ایماں کو ایماں کر لیا میں نے

جمالِ دوست کی رنگیں ادائی کی قسم دے کر
ہر اک ذرہ کو دنیا کے درخشاں کر لیا میں نے

خدا رکھے جنوں اب حدِ امکاں تک نہیں کوئی
کہ اپنے جیب و دامن کو گریباں کر لیا میں نے

وفائیں کر کے ان سے اور پھر احساسِ غم کھو کر
محبّت کی ہر اک مشکل کو آساں کر لیا میں نے

یہ انساں کیا ہیں فرتے رو رہے ہیں میری نالوں سے
سنا کر داستاں ذرہ دل کو انساں کر لیا میں نے

تمھاری یاد پر بھی آنکھ سے آنسو نہیں آتے
زہے قسمت علاجِ دردِ پنہاں کر لیا میں نے

کسی کے حسنِ رنگیں کو تصور میں جگہ دے کر

نگاہ و دل کی بربادی کا ساماں کر لیا میں نے

کبھی پرزے اڑا ڈالے کبھی ٹکڑے اڑا ڈالے

بہرصورت گریباں کو گریباں کر لیا میں نے

اسی کا نام ہے بہزاد شاید عشق کی دولت

کہ خود کو بے نیازِ دین و ایماں کر لیا میں نے

محبت کو کیا اپنے دل سے لگا لوں
نہ سوچوں نہ سمجھوں نہ دیکھوں بھالوں

بہت زحمتیں سہہ کے سوچا ہے میں نے
کہ آہوں سے دنیا کو اپنا بنا لوں

بگڑ کر سنورنے میں لذت بڑی ہے
سنبھل جاؤں گا اک ذرا ڈگمگا لوں

ابھی اپنی حالت پہ میں ہنس رہا تھا
ترے حال پر بھی ذرا مسکرا لوں

یہ ہر وقت کی الجھنیں توبہ توبہ
دلِ مبتلا کو کہاں تک سنبھالوں

بھلا ساتھ دیگا کہاں تک تصور
تصور میں کیا ان کا نقشہ جما لوں

میں اپنی امیدوں پہ اب جھوٹ رہا ہوں
کہاں تک ستمگر ترا آسرا لوں

جو ٹھکرا رہا ہو اسے کیا کہوں میں
جو بگڑا ہوا ہو تو اس کو منا لوں

عجب کشمکش میں ہوں بہزادِ مضطر
میں دل کو سنبھالوں کہ خود کو سنبھالوں

اس نگاہِ ناز کو جب آگہی ہونے لگی
میری دنیا غرقِ موجِ بیخودی ہونے لگی

پھر نگاہِ فتنہ گر ہے مائلِ لطف و کرم
ہائے میرے دردِ دل میں پھر کمی ہونے لگی

کیا مری آہیں فلک پر ہو گئی ہیں باریاب
آج کیوں تاروں میں اندر روشنی ہونے لگی

اب تو مٹ جانا بھی بننے کے برابر ہو گیا
اب تو میرے دل کو اس کی بھی خوشی ہونے لگی

بھرتے بھرتے بھر گیا آخر کو زخمِ عاشقی
رفتہ رفتہ دل کی الجھن میں کمی ہونے لگی

اب تو انکا ہی تصور ہے مجھے شام و سحر
اللہ اللہ اب تو ہر دم بندگی ہونے لگی

آنکھ میں آنسو بھی اب روکے نہیں رکتے مرے
سب پہ ظاہر اب تو میری بے بسی ہونے لگی

آپ سے نظروں کا لڑ جانا قیامت ہو گیا
بندہ پرور یہ خلش دل میں ابھی ہونے لگی

اس نگاہِ ناز کو بہزاد کیوں الزام دوں
یہ خلش روزِ ازل سے دل میں تھی ہونے لگی

نظمیں

بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

طبیعت کو افسردہ سا پا رہا ہوں
اِدھر جا رہا ہوں اُدھر جا رہا ہوں

وہ باتیں نہیں ہیں وہ ہنسنا نہیں ہے
بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

خدا جانے یہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے
یہ محسوس کرتا ہوں کچھ کھو گیا ہے

مجھے ہوش تک ہائے اپنا نہیں ہے
بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

یہ آنکھوں میں کیوں اشک سے آرہے ہیں
لبِ پُرشکن کیوں یہ تھرّا رہے ہیں

ارے توبہ یہ میرا منشا نہیں ہے
بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

جو ہونا تھی وہ ہو چکی میری خواری
اب آؤ نہ آؤ یہ مرضی تمھاری

مرا تم سے کوئی تقاضا نہیں ہے
بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

کرے تم سے بہزاد کیا اب شکایت
بُرا ہے مقدر بُری ہے یہ قسمت

یہ کیا ہے جو قسمت کا لکھا نہیں ہے
بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

تم سے شکایت کیا کروں؟

ہوتا جو کوئی دوسرا
کرتا گلہ میں درد کا
تم تو ہو دل کا مدعا

تم سے شکایت کیا کروں

دیکھو ہے بلبل نالہ زن
کہتی ہے احوالِ چمن
میں چپ ہوں گو ہوں پُر محن

تم سے شکایت کیا کروں

مانا کہ میں بے ہوش ہوں
پُر ہوش ہے پُر جوش ہوں

یہ سوچ کر خاموش ہوں

تم سے شکایت کیا کروں

تم سے تو الفت ہے مجھے

تم سے تو راحت ہے مجھے

تم سے تو محبت ہے مجھے

تم سے شکایت کیا کروں

میں یاد تمھیں کر لیتا ہوں

جب مست بہاریں آتی ہیں
پھولوں کو گرما جاتی ہیں

میں یاد تمھیں کر لیتا ہوں
اور دل کو تسلّی دیتا ہوں

جب کوئی مغنی گاتا ہے
دنیا کو مست بناتا ہے

میں یاد تمھیں کر لیتا ہوں
اور دل کو تسلّی دیتا ہوں

جب صبح کا منظر ہوتا ہے
جب شاد گلِ تر ہوتا ہے

میں یاد تمھیں کر لیتا ہوں
اور دل کو تسلّی دیتا ہوں

جب روتا ہے بہزادِ حزیں
وہ دل والا شاعر غمگیں
میں یاد تمھیں کر لیتا ہوں
اور دل کو تسلّی دیتا ہوں

بہزاد سب سے خوب چوٹ کی ہے

اے کسان اے بیخبر از شورشِ دنیائے دوں

گر اجازت دے تو تجھ سے تیری حالت کچھ کہوں

تو مجسم عجز ہے تو ہے سراپا انکسار

اہلِ دل کرتے ہیں تیری ذات کا دل سے وقار

منہ اندھیرے گھر سے اٹھ کر کھیت کو جاتا ہے تو

نوعِ انسانی کی خاطر زحمتیں پاتا ہے تو

کھیت میں جب ہل کے تو ہمراہ ہوتا ہے رواں

دھوپ کی تابش میں بھی رہتا ہے تو نغمہ کناں

دوسروں کے واسطے زحمت سدا سہتا ہے تو

اور اس زحمت پہ بھی خنداں سدا رہتا ہے تو

اہلِ دولت روبرو جب بھی ترے آجاتے ہیں

سامنے اپنے سدا تجھ کو خمیدہ پاتے ہیں

اللہ اللہ یہ ترے حِلم و مروت کی حدیں

تو اٹھاتا ہے خوشی سے ان کی بیجا بھی ضدیں

تو سمجھتا ہے کہ اصلی زندگی ہے انکسار

اور گذرنے کو گذر جاتے ہیں سب لیل و نہار

بے خبر! عینِ عبادت ہے یہ تیری زندگی

رحمتِ خالق ہے تیرے حق میں تیری بے بسی

اے خوشا وہ لمحہ جو وقفِ ہجومِ جوش ہے

بیجنسہ اس وضع سے رہنا ہی عینِ ہوش ہے

تو سدا سے آرہا ہے بس اسی انداز سے

بچ کے چل اے چلنے والے ہر نئے آغاز سے

وفورِ صد مسرّت سے وہ مزدوری کو لے لینا

یہ کیفیت جو یوں حاصل ہوئی اصلی مسرت ہے

ارے مزدور اے نادان یہ عینِ عبادت ہے

یہ بچّے جو کہ تیری زندگی مسرور کرتے ہیں

یہی بچّے جو تجھ سے رنج غربت دور کرتے ہیں

انھیں کے واسطے یہ غم حقیقت میں مسرت ہے

بس ان کا ایک ہلکا سا تبسّم عینِ دولت ہے

تو ہے سرمایہ داروں کیلئے اک جزوِ لاینفک

یہ اُن کی شان یہ اُن کا تموّل تجھ سے ہے بیشک

مگر یہ تو سمجھ جب وہ نئی اسکیم کرتے ہیں [illegible]

تو اس کے معنی ظاہر ہیں کہ لاکھوں پیٹ بھرتے ہیں

یہی اسکیم تیرے عیش کی تمہید ہوتی ہے

انہی کی ذات سے نادان تیری عید ہوتی ہے

یہ دنیا ہے یہاں بے زحمت و غم کچھ نہیں ہوتا
وہ اپنی کشت کیا کاٹے گا جو خود کچھ نہیں بوتا

گل کا غنچہ بھی اک شے ہے مگر ہی پھولتا پھلتا؟
مقدر ہی وہ شے ہے جسکے آگے کچھ نہیں چلتا

مخاطب کر کے تجھکو سیکڑوں الٹی سمجھاتے ہیں
حقیقت میں یہ ناصح تیری ہستی کو مٹاتے ہیں

جو آندھی لائیں وہ جھونکے ہمیشہ تیز ہوتے ہیں
منظم زیست کے لمحے سکوں آمیز ہوتے ہیں

چاندسی دُو دُو باتیں

ارے اے چاند اے چرخِ بریں کی زیب و زیبائی

بھلا یہ تو بتا پائی کہاں سے تو نے رعنائی

تری رعنائیاں ملتی ہوئی ہیں روئے جاناں سے

نہ پوچھ اب کفر سامانی کی باتیں میرے ایماں سے

تری رفتار کچھ کچھ مل رہی ہے چال سے اُن کی

اسی سے سارے عالم پہ ہے گویا بیخودی چھائی

فلک کے چاند میں نے بھی زمیں کا چاند دیکھا ہے

اور اس کے بعد سے سارے جہاں کو ماند دیکھا ہے

خدا شاہد ہے جس دن چودھویں کی رات ہوتی تھی

تو میری زندگانی میں نئی اک بات ہوتی تھی

کہ وہ مستِ شباب آتا تھا سر کائے نقاب اپنی

زمانہ بھر پہ پھیلاتا تھا تنویرِ شباب اپنی

میں اس کو دیکھکر سارا زمانہ بھول جاتا تھا

زمانہ کیسا خود اپنا فسانہ بھول جاتا تھا

نگاہیں جذب ہو جاتی تھیں میری روئے جاناں میں

میں اک بالیدگی محسوس کرتا تھا رگِ جاں میں

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

تم یاد مجھے آجاتے ہو*

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب صحنِ چمن میں کلیاں کھل کر پھول کی صورت ہوتی ہیں

اور اپنی مہک سے ہر دل میں اک تخمِ لطافت بوتی ہیں

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب برکھا کی رُت آتی ہے جب کالی گھٹائیں گھِرتی ہیں

جس وقت کہ رندوں کے دل سے ہو حق کی صدائیں اُٹھتی ہیں

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب مینھ کی پھواریں پڑتی ہیں جب ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں

جب صحنِ چمن سے گھبرا کر پی پی کی صدائیں آتی ہیں

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب چودھویں شب کا چاند نکل کر دہر منوّر کرتا ہے

جب کوئی محبّت کا مارا کچھ ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہے

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب رات کی ظلمت گھٹتی ہے جب صبح کا نور ابھرتا ہے

جب کوئل کوکو کرتی ہے جب پنچھی پی پی کرتا ہے

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب کوئی کسی کا ہاتھ پکڑ کر سیر کو باہر جاتا ہے

جب کوئی نگاہِ شوق کے آگے رہ رہ کر گھبراتا ہے

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب چار نگاہیں کر کے کوئی محوِ تبسّم ہوتا ہے

جب کوئی محبت کا مارا اس کیف میں پڑ کر کھوتا ہے

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

افلاک پہ جب یہ لاکھوں تارے جگ مگ جگ مگ کرتے ہیں

جب تارے گن گن کر دل والے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب رات کا بڑھتا ہے سنّاٹا چپ چپ سی دنیا سوتی ہے

تب آنکھ مری کھل جاتی ہے اور دل کی رگ رگ روتی ہے

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

جب روتا ہے بہزادِ حزیں وہ شاعرِ دیوانہ سا

وہ دل والا وہ سودائی وہ دنیا سے بیگانہ سا

تم یاد مجھے آجاتے ہو

تم یاد مجھے آجاتے ہو

مجھے کچھ یاد آتا ہے

مجھے کچھ یاد آتا ہے

ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی جبکہ چلتی ہیں گلستاں میں
گلِ نوخیز کھل جاتے ہیں جب بھی صحنِ بُستاں میں
میں اک بالیدگی محسوس کرتا ہوں رگِ جاں میں

مجھے کچھ یاد آتا ہے
مجھے کچھ یاد آتا ہے

یہ کالے کالے بادل چرخ پر جب آکے چھاتے ہیں
اور ایسی رُت میں جب غنچے چمن میں مسکراتے ہیں
طیورِ خوش لحن اونچے سُروں میں جب بھی گاتے ہیں

مجھے کچھ یاد آتا ہے

مجھے کچھ یاد آتا ہے

مغنّی جب کبھی کوئی نغمۂ دلچسپ گاتا ہے

کوئی دردآشنا جب اپنا افسانہ سناتا ہے

کوئی مجبورِ الفت جب کبھی آنسو بہاتا ہے

مجھے کچھ یاد آتا ہے

مجھے کچھ یاد آتا ہے

گیت

مُسافر

پریم نگر سے بھاگ

اس نگری میں کچھ نہ ملے گا
غنچہ یہاں دل کا نہ کھلے گا

سوئے گا کب تک؟ جاگ

مسافر

پریم نگر سے بھاگ

جلتی ہے اس جا پریم کی اگنی
بچ نہیں سکتا ہی یہاں کچھ بھی

پھونک نہ دے یہ آگ

مسافر
پریم نگر سے بھاگ

کون سنے گا بانی تیری
ہو چکی بس مہمانی تیری

گا نہ یہاں کوئی راگ
مسافر
پریم نگر سے بھاگ

سوچ ذرا بہزادِ فسردہ
اس جا تجھکو کچھ نہیں ملتا

تیرے کہاں یہ بھاگ
مسافر
پریم نگر سے بھاگ

آ کہ نہیں مجھے قرار

تیرے بغیر بے وفا
زیست ہے میری بدمزا

جان ہے میری سوگوار
آ۔ کہ نہیں مجھے قرار

دیکھ لے بیقرار ہوں
دیکھ لے اشکبار ہوں

کر دے خزاں کو تو بہار
آ۔ کہ نہیں مجھے قرار

کہنے کو میرے مان لے
دیکھ! کہیں نہ جان لے

ھائے یہ تیرا انتظار
آ کہ نہیں مجھے قرار

دیکھ لے رو رہا ہوں میں
جان کو کھو رہا ہوں میں

دیکھ لے ہوں میں اشکبار
آ کہ نہیں مجھے قرار

ھم روئے دن رین

نیہا لگا کر ھم پچھتائے
دل کو کھو کر کچھ بھی نہ پائے

اور رہے بے چین
ہم روئے دن رین

ہم گھبرائے دل گھبرایا
ھائے کلیجہ مُنہ کو آیا

اُن بن تڑپے نین
ہم روئے دن رین

کوئی نہ تھا سمجھانے والا
کوئی نہ تھا بہلانے والا

خالی گئے سب بین
ھم روئے دن رین

دُکھ پایا ہے غم پایا ہے
اور یہ دین تم پایا ہے

کھو کر اپنا چین
ھم روئے دن رین

ہم نے مان لی ہار

بلموا

ہم نے مان لی ہار

تم بن چین نہیں ملتا ہے
دل کا کنول یہ نہیں کھلتا ہے

تم ہو دل کی بہار
بلموا
ہم نے مان لی ہار

نیّا خود ہی کب تک ڈولے
کب تک یہ کھائے ہچکولے

اب تو لگا دو پار

بلموا

ھم نے مان لی ہار

کھیلیں کب تک پریم کی بازی

دل تو نہیں کرتا غمّازی

اب نہ کرو اصرار

بلموا

ھم نے مان لی ھار

سُن لو ذرا ابھی ہمزاد کا کہنا

غم میں کہاں تک آخر رھنا

غم ہے گلے کا ھار

بلموا

ھم نے مان لی ھار

تم ہو مرے جیون کی آس

آس نہ میری تم توڑو
مجھ سے مت منہ کو مت موڑو

کیوں مجھ کو کرتے ہو نراس
تم ہو مرے جیون کی آس

چھوڑو یہ غم کی باتیں
چھوڑو یہ اپنی گھاتیں

آؤ آؤ میرے پاس
تم ہو مرے جیون کی آس

مجھ کو دھیر بندھا جاؤ

ہاں اب تو تم آ جاؤ

کر دو آکر پریم کو راس
تم ہو مرے جیون کی آس

اب تو تمھارا یہ دل ہے
یہ تو تمھاری ہی محفل ہے

محفل ہو جائے نہ یہ ناس
تم ہو مرے جیون کی آس

اب کیوں آئے جاؤ جاؤ

جاؤ اب تو ٹوٹ چکا دل
غم سہہ کر بیکار ہوا دل

جھوٹی ڈھیر اسے نہ بندھاؤ
اب کیوں آئے جاؤ جاؤ

دل کا کنول کب کا مرجھایا
تم نے اسے حد سے ہے ستایا

اور تو اب اس کو نہ ستاؤ
اب کیوں آئے جاؤ جاؤ

کٹنے دو آرام سے جیون

اب کیوں دینے آئے درشن

آگ نہ پھر سے اب بھڑکاؤ
اب کیوں آئے جاؤ جاؤ

تم کو محبّت مجھ سے نہیں ہے
اس کا میرے دل کو یقیں ہے

جھوٹی باتیں اب نہ بناؤ
اب کیوں آئے جاؤ جاؤ

لے چل تو اس پار

سکھی ری

لے چل تو اس پار

پار پیا موری راہ تکت ہیں
بیاکُل من ہی اور ڈولت ہیں
آنکھ سے ان کی نیر بہت ہیں

ھاتھ لگا دو چار
سکھی ری
لے چل تو اس پار

چلنے دے تو تیز ہوائیں
آنے دے طوفاں کی بلائیں
آ۔ اسلم کچھ مل کر گائیں

اپنا جی مت ھار
سکھی ری

نیّا ڈگمگ ڈولے تو کیا
نیّا لے ہچکولے تو کیا
جو ہونا ہے ہولے تو کیا

میں مانوں گی نہ ھار
سکھی ری
لے چل تو اس پار

اپنا پیا سے حال کہونگی
اپنی کہوں گی ان کی سنوں گی
ساتھ ہیں ان کے مست رہونگی

تن من دوں گی وار
سکھی ری
لے چل تو اس پار

سجنوا دیکھ لے میری اُور

آنکھیں میری اشک بھرے ہیں
سینے کے کُل زخم ہرے ہیں

دل میں مچا ہے شور
سجنوا
دیکھ لے میری اُور

سونی پڑی ہے موری سجریا
یوں برست ہے نین بدریا

جیسے گھٹا گھنگھور
سجنوا

دیکھ لے میری اُور

دل روتا ہے میں روتی ہوں
جان کو خود اپنی کھوتی ہوں

آج ہے برہ کا زور
سجنوا
دیکھ لے میری اُور

آج تو دل قابو میں نہیں ہے
جیسے کہ کچھ پہلو میں نہیں ہے

آج کی شب ہے کٹھور
سجنوا
دیکھ لے میری اُور

گیت نہ سن اے ساجن میرا سن میت میرا گیت
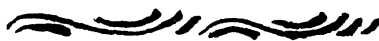
تھم جائیں گے اک دن آنسو
مل جائیں گے چین کے پہلو

دن جائیں گے بیت
گیت نہ سن اے ساجن میرا سن میت میرا گیت

تو ہنس دے جب بھی میں روؤں
چین سے تو سو اور نہ میں سوؤں

الٹی ہے جگ کی ریت
گیت نہ سن اے ساجن میرا سن میت میرا گیت

عشق کی پہلی منزل میں بھی

روتے روتے میری بیتی

جب بھی نہ تھا کوئی میت

گیت سن اے ساجن میرا سن مت میرا گیت

پچھتایا اب ہمزاد بیچارا

تجھ کو بنا کر اپنا سہارا

تجھ سے کر کے پیت

گیت سن اے ساجن میرا سن مت میرا گیت

آج پپیہا گایا

گونج اٹھیں جنگل کی فضائیں
آنے لگیں پی پی کی صدائیں

ہائے اسے پھر پی یاد آیا
آج پپیہا گایا

بلبل روئی پھوٹ کر رویا
اس نے سب کو غم میں کھویا

پی پی سن کر جگ گرمایا
آج پپیہا گایا

آگ لگا دی سارے بن میں

کونسی آگ چھپی تھی من میں

کونسی آگ نے اس کو جلایا

آج پپیہا گایا

اس کی صدا ایں درد بھرا تھا

سارا عالم سدھ دھنتا تھا

اس نے کل دنیا کو جگایا

آج پپیہا گایا

—— ❖ ——

اک آگ لگی ہے سینے میں
اب کون مزا ہے جینے میں

تم پاس نہیں دل پاس نہیں
ہم کو تو محبت راس نہیں

جینا ہے کوئی یہ جینے میں
اک آگ لگی ہے سینے میں

آنکھیں تو بہاتی ہیں آنسو
تسکین نہیں ہے کسی پہلو

کچھ لطف نہیں ہے جلنے میں
اک آگ لگی ہے سینے میں

تم کو تو کہاں ہے اس کی خبر
اک دل والا بھی ہے مضطر

ہچکولے ہیں اس کے سفینے میں
اک آگ لگی ہے سینے میں

تم شاد رہو آباد رہو
تسکینِ دلِ ناشاد رہو

تا لطف ملے کچھ جینے میں
اک آگ لگی ہے سینے میں

تسکین ذرا بہزاد کو دو
آنسو اس کے ہنس کر پونچھو

سب کچھ ہے تمھارے خزینے میں
اک آگ لگی ہے سینے میں

سجنی بھولنے دے اپنے کو

جیو کب تک برباد کریں ھم
یوں کہ کب تک یاد کریں ھم

پریم بھرے سپنے کو
سجنی
بھولنے دے اپنے کو

یوں کبھی تجھکو بھولے ہیں
اب تک تو سب کچھ سمجھے ہیں

نام ترا جپنے کو
سجنی

بھولنے دے اپنے کو

اس پہ کبھی تو رحم تو فرما
اب تک جو جیون ہی سمجھا

پریم میں مرکھپنے کو
سجنی
بھولنے دے اپنے کو

بھولے گا بھزاد بھلا کیا
پریم کا وہ برباد بھلا کیا

پریم کے اس سپنے کو
سجنی
بھولنے دے اپنے کو

مورکھ پوچھ نہ پریم کا حال

پریم میں غم کھانا ہوتا ہے
جیون سے جانا ہوتا ہے

ہے یہ بڑا جنجال
مورکھ
پوچھ نہ پریم کا حال

پریم کئے پچھتائی دنیا
پریم میں کچھ بھی نہ پائی دنیا

پریم ہے صرف خیال
مورکھ

پوچھ نہ پریم کا حال

کیا حاصل ہے غم کھانے سے
کیا حاصل ہے مرجانے سے

خود کر دل سے سوال
مورکھ
پوچھ نہ پریم کا حال

پریم کو کچھ بھی چاہے سمجھ لے
جو کچھ دل میں آئے سمجھ لے

دیکھ لے اس کا مآل
مورکھ
پوچھ نہ پریم کا حال

پی نے موسے آنکھ چُرائی
پی نے کی موسے چترائی

دیکھ لو یہ ہے پیت
سکھی ری
گیت سنو تم گیت

پیت کی بازی کھیل کے دیکھی
شان ہے اسکی سب سے انوکھی

اس میں نہیں ہے جیت
سکھی ری

گیت سنو تم گیت

پریمی کو مرنا ہوتا ہے
ھاں آہیں بھرنا ہوتا ہے

اس کی ہے الٹی ریت
سکھی ری
گیت سنو تم گیت

میرا تم سے یہ کہنا ہے
سکھ سے اگر تم کو رہنا ہے

پیت نہ کرنا پیت
سکھی ری
گیت سنو تم گیت
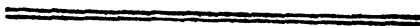
تم کیا جانو میرا حال

ہردم بیاکل رہتا ہوں
ہر پل میں دکھ سہتا ہوں

جیون ہے مرا پامال
تم کیا جانو میرا حال

رہتا ہوں دن رات تپاں
رہتا ہوں ہردم گریاں

ہردم ہے مجھ کو یہ خیال
تم کیا جانو میرا حال

تم کو مجھ سے کام ہی کیا

ھاں یہ ہی ہے رنگِ دُنیا

رہتا ہے مجھ کو یہ ملال

تم کیا جانو میرا حال

پوچھ رہے ہو کیا مجھ سے

دیکھ لو جیسی حالت ہے

کیوں کرتے ہو مجھ سی سوال

تم کیا جانو میرا حال

مرلی سنا دے کرشن مراری

را گھرا پاپ کا ساگر
پھنسی ہے بھنور میں آ کر

پار لگا دے کرشن مراری
مرلی سنا دے کرشن مراری

ہلا سا دل میں درد نہیں ہے
ہ بھی اب تو سر د نہیں ہے

آگ لگا دے کرشن مراری
مرلی سنا دے کرشن مراری

وتا ہوں میں دل کو تھامے

کیا غم ہے یہ تو ہی تو جانے

دکھ یہ مٹا دے کرشن مراری

مرلی سنا دے کرشن مراری

دُکھ تو نے دنیا کے مٹائے

لاکھوں سفینے پار لگائے

مجھکو تیرا دے کرشن مراری

مرلی سنا دے کرشن مراری

ہے رام نام کی مایا

ہیں رام ہی سب کا سہارا
ہے رام ہی سے اُجیارا

کیوں رام کو تو نے بھلایا
ہے رام نام کی مایا

ہے رام ہی کی سب لیلا
ہے جیون کا اک میلا

اپنا ہے اور نہ پرایا
ہے رام نام کی مایا

ہے کھیل تو یوں ہی جاری

بیکار ہے چنتا تھاری

کب کھویا ہے کب پایا
ہے رام نام کی مایا

یہ نام رٹا کر بندے
یہ نام جپا کر بندے

کیوں نام یہ تو نے بھلایا
ہے رام نام کی مایا

گوکل والے کرشن کنھیّا

موری بھی نیّا پار لگا دو
غم میں پھنسا ہوں غم سے چھڑا دو

اے سب کے ہردے کے بسیّا
گوکل والے کرشن کنھیّا

کرشن مراری گریر دھاری
مرلی منوہر پریم بہاری

اے دنیا کے کشٹ ہریّا
گوکل والے کرشن کنھیّا

اور کسی سے جا کے کہوں کیوں

لینا ہی جو کچھ تم سے نہ لوں کیوں

تم تو ہو جگ کے رکھوّیا
گوکل والے کرشن کنہیّا

کنس کو تم نے ہی مارا تھا
دیش کو تم نے ہی ہارا تھا

کنس کے تم ہی ہو ہروّیا
گوکل والے کرشن کنہیّا

کرشن کنہیا آؤ آؤ

مرلی والے شیام منوہر
جگ کے پیارے جگ کے دلبر

مرلی سنا کر مست بناؤ
کرشن کنہیا آؤ آؤ

تم تو ہو کُل جگ کے داتا
تم سے ہے سب کا اصلی ناتا

اس کو من ہر تم ہی نبھاؤ
کرشن کنہیا آؤ آؤ

تم بن دل کو چین نہیں ہے

کٹتی سُکھ سے رین نہیں ہے

دل کو آ کر دھیر بندھاؤ

کرشن کنھیّا آؤ آؤ

روتے ہیں تم بِن متھرا والے

کرتے ہیں ہر دم آہ وہ نالے

پھر سے آ کر ان کو ہنساؤ

کرشن کنھیّا آؤ آؤ
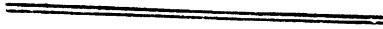
دُنیا ہے اک جھوٹی مایا

دنیا میں کھو جانے والے
دنیا کا گُن گانے والے
تو نے کیوں اپنے کو پھنسایا
دنیا ہے اک جھوٹی مایا

دُنیا پر کیوں پھولا ہے تو
اپنے کو کیوں بھولا ہے تو
تو ہی بتا کیا تو نے پایا
دنیا ہے اک جھوٹی مایا

اے دنیا کے لوبھی ہتلا

دنیا کو کیوں تو نے ہے برتا

تو نے کھویا ہے یا پایا
دنیا ہے اک جھوٹی مایا

چھوڑ بھی اس دنیا میں کیا ہے
دو دن کا یہ سب دھندا ہے

تو نے تو خود کو بھی مٹایا
دنیا ہے اک جھوٹی مایا

ختم شد

حررہٗ نثار عابدی

ہندوستان کے مشہور شاعر

حضرت بہزاد لکھنوی

کا مجموعۂ کلام

نغمۂ نور

کے نام سے شائع ہوگیا ہے

"نغمہ نور" میں کیف انگیز غزلیں، دلفریب نظمیں اور وجد پرور گیت شامل ہیں۔ یہ مجموعہ قوس وقزح کی طرح رنگین، ستاروں کی طرح پُرسکون اور قلب انسانی کی طرح زندگی سے معمور ہے ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ایکروپیہ۔

ملنے کا پتہ:۔ ساقی بکڈپو کھاری باؤلی دہلی

وہ سامنے کھڑے ہیں بصد ناز تن بجمال ؎ اس وقت ہوں دیکھن جہاں کون دکھائے